جلد ۳ ستمبر ۱۹۶۲ شمارہ ۹

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ستمبر ۱۹۶۲ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے // فی پرچہ:- پچاس پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر :- محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۳　　ماہنامہ انصار اللہ ربوہ　　شمارہ ۹

(۱۵ ستمبر ۱۹۶۲ء)

شریعت کا خلاصہ اور قرآنی تعلیم کی علّتِ غائی!

ایمان اور اعمالِ حسنہ قبول ہونے کی لازمی شرط

گزشتہ شمارہ میں ہم نے یہ امر واضح کیا تھا کہ دیگر مذاہب پر اسلام کو ایک لازوال فوقیت یہ بھی حاصل ہے کہ یہ صرف نجات کو ہی نہیں بلکہ فلاح کو انسان کا منتہائے مقصود قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک گناہوں اور ان کی پاداش سے نجات ہی کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ انسان گناہوں سے کلّی طور پر محفوظ ہو کر نیکی اور نیک بختی کے اعلیٰ مدارج طے کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کی صفات کا مظہر بن کر اس کی رضا اور اس کے بے انداز افضال و انعامات کا مستحق ٹھہرے۔ یہی وہ بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فلاح یا فوزِ عظیم سے تعبیر کیا ہے اور اس نے ہر سچے مومن کو جو کمال درجہ تعہّد کے ساتھ اعمالِ حسنہ بجالائے اس کے حصول کی ضمانت دی ہے۔

پھر ہم نے قرآن مجید کی رُو سے حصولِ فلاح کے ذرائع پر بھی روشنی ڈالی تھی اور اس ضمن میں واضح کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ماموربن اللہ پر ایمان لانے والوں کے لئے حصولِ فلاح کا یقینی اور حتمی راستہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ تقویٰ اللہ کے مقام پر قائم ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورے عزم و ہمت اور خاص التزام سے بجا لائیں اور اس طرح نیکی و پرہیز گاری اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بنیں نیز جماعتی طور پر جان و مال کی قربانی پیش کرکے اور کمال جانفشانی سے حق و صداقت کو دنیا میں پھیلا کر نصرتِ دین کا فریضہ ادا کریں اور پھر اپنی کسی نیکی، کسی قربانی، اور کسی بھی جدوجہد پر خواہ وہ کتنی ہی عظیم اور وقیع کیوں نہ ہو ہرگز نازاں نہ ہوں بلکہ نتائج اور کامیابی کے لئے ہمیشہ

ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں، اُسی پر بھروسہ اور توکل رکھیں اور اُسی کی تائید و نصرت اور فضل و رحمت کے ہر آن طلبگار رہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً کامیاب و بامراد ہوں گے۔

اگر دیکھا جائے تو حصولِ فلاح کے اِس قرآنی راستہ میں تقویٰ اللہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذاتی اعمال اور جماعتی کردار کا معیار جس پر حصولِ فلاح کا دار و مدار ہے تقویٰ ہی کو قرار دیا ہے۔ انسان کا کوئی نیک عمل بھی حصولِ فلاح کے لحاظ سے اُس وقت تک نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں تقویٰ کی رُوح کارفرما نہ ہو۔ سو گویا فلاحِ دارین کے حصول کا اصل اور حقیقی مدار تقویٰ پر ہے۔ جتنے بھی انبیاء دُنیا میں مبعوث ہوئے عملاً اُن کی اصلاح کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ انہوں نے اپنے متبعین کو اپنے باطنی جذب و کشش اور قوتِ قدسی کی مدد سے تقویٰ کی راہ پر گامزن کر دکھایا اور اسی راہ پر آئندہ بھی سختی سے گامزن رہنے کی اُنہیں تلقین کی۔ چنانچہ بالآخر تقویٰ ہی اُن لوگوں کی کامیابی اور فوز و فلاح کا موجب بنا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر لحاظ سے فائز المرام اور سرخرو ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِس آخری زمانہ میں اپنے آقا و مطاع سرورِ کائنات فخرِ موجودات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور غلام کی حیثیت سے اسلام کو از سرِ نو سربلند کرنے اور اُسے غالب کر دکھانے کے لئے مبعوث فرمایا تقویٰ کی اہمیت پر بے انتہا زور دیا ہے اور اپنی جماعت کو نہایت پُر درد لہجے میں بار بار یہی تلقین فرمائی ہے کہ ہر احمدی اگر ایمان کے جملہ تقاضوں کو پورا کر کے عند اللہ حصولِ فلاح کا مستحق بننا چاہتا ہے تو وہ تقویٰ اختیار کرے۔ اور نہ صرف تقویٰ اختیار کرے بلکہ اس میں کمال حاصل کرنے کے لئے دل و جان سے کوشاں رہے۔ آپ نے اپنی پُر معارف تحریرات اور ملفوظات میں تقویٰ کی اہمیت، اس کی ماہیت، اس کی انقلاب انگیز تاثیرات اور عظیم الشان برکات پر نہایت مسحور کن انداز میں اس قدر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اِس قدر تکرار کے ساتھ تقویٰ اللہ میں کمال حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ اگر تقویٰ کے مختلف مدارج اور مختلف پہلوؤں سے متعلق آپ کی ان جملہ تحریرات اور ملفوظات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

تقویٰ کی اِس بنیادی اہمیت کے پیشِ نظر ہم ذیل میں حضور علیہ السلام کی پُر معارف تحریرات اور ملفوظات کے چیدہ چیدہ اقتباسات ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ تقویٰ کی بُنیادی اہمیت واضح ہونے سے ہمیں فوز و فلاح کے حقیقی راستہ پر گامزن رہنے اور حقیقی طور پر فائز المرام ہونے میں مدد ملے۔ یہ جملہ تحریرات اِس درجہ اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی ہیں اور ان کے ایک ایک لفظ میں انقلاب انگیز تاثیرات کا ایک ایسا بحرِ بیکراں سمویا ہوا ہے کہ اگر ہم پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ ان کا مطالعہ کریں اور ان کے ماله وما علیہ پر غور کر کے انہیں اپنا دستور العمل بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو آن کی آن میں ہم میں سے ہر شخص کی کایا پلٹ سکتی ہے اور ہر شخص ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہو کر بالکل نیا انسان بن سکتا ہے، ایک ایسا خوش نصیب انسان کہ جس پر فرشتے بھی

رشک کرنے لگیں۔

اس تعلق میں سب سے پہلے تقویٰ کی بنیادی اہمیت اور اس کی مرکزی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات میں تقویٰ کو تمام سابقہ صحفِ مقدسہ کی تعلیمات کا خلاصہ، شریعتِ اسلامیہ کا مغز، قرآنی تعلیم کی علّتِ غائی، ایمان اور اعمالِ حسنہ کے قبول ہونے کی لازمی شرط، صحیح فراست، حقیقی دانش، سچی راحت اور حقائق و معارف سے بہرہ ور کرنے والا خزانہ، فتح و ظفر کی کلید، محبت و قربِ الٰہی اور حقیقی فلاح کے حصول کا یقینی ذریعہ قرار دیا ہے۔

ا۔ حضور علیہ السلام تقویٰ کو تمام سابقہ صحفِ مقدسہ (جبکہ وہ اپنی اصلی حالت میں تھے) کا خلاصہ، شریعتِ اسلامیہ کا مغز اور قرآنی تعلیم کی علّتِ غائی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) "تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحفِ مقدسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ (یعنی تقویٰ) میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔"

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ ص)

(۲) "تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغزِ شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۳) "تقویٰ ایسی اعلیٰ درجہ کی ضروری شے قرار دیا گیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے) قرآنِ کریم کی علّتِ غائی اسی کو ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ دوسری سورۃ کو جب شروع کیا ہے تو فرمایا ہے۔ الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔" (تقریر ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء)

ب۔ اسی طرح حضور علیہ السلام تقویٰ کو ایمان کی علامت اور اعمالِ حسنہ کے قبول ہونے کی لازمی اور ضروری شرط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) "ساری جڑ تقویٰ اور طہارت ہے۔ اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی آبپاشی ہوتی ہے اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔" (البدر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء)

(۲) "جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ، حسنہ نہیں اور کوئی نیکی، نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن بھی ان لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔"

(الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء)

(۳) "ہر ایک نیکی تب قبول ہوتی ہے جب اس کے اندر تقویٰ ہو ورنہ قبول نہیں ہوتی۔ زندگی تو برف

کے ٹکڑے کی مثال رکھتی ہے۔ ہزاروں پردوں میں رکھو پگھلتی جاوے گی۔" (الحکم ۲۴-اکتوبر ۱۹۰۲ء)

(۴) "نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اُسی وقت قبول ہوتے ہیں جب انسان متقی ہو۔ اُس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔ بیوی کی ضرورت ہو تو بیوی دیتا ہے، دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اُسے (متقی کو) خبر بھی نہیں ہوتی۔" (البدر ۱۲، دسمبر ۱۹۰۲ء)

(۵) "قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علتِ غائی ہے۔ اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اُس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرکے سعدی کہتا ہے ؎

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ✤ کہ در چشمِ مردم گذاری دراز"

(الحکم ۱۷، اپریل ۱۹۰۳ء)

ج - مزید برآں حضور علیہ السلام یہ واضح کرتے ہوئے کہ صحیح فراست، حقیقی دانش، سچی راحت، اور قرآنی علوم ومعارف سے بہرہ ور ہونے کے لئے بھی پہلے تقویٰ حاصل کرنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں :-

(۱) "صحیح فراست اور حقیقی دانش کبھی نصیب نہیں ہو سکتی جب تک تقویٰ میسر نہ ہو۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۲) "سچے تقویٰ کے بغیر کوئی راحت اور خوشی مل ہی نہیں سکتی۔" (تقریر ۲۸، دسمبر ۱۸۹۹ء)

(۳) "حقیقت میں روح کی تسلی اور سیری کا سامان اور وہ بات جس سے روح کی حقیقی احتیاج پوری ہوتی ہے قرآن کریم ہی میں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ اور دوسری جگہ کہا لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔ اس سے مراد وہی متقین ہیں جو هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ قرآنی علوم کے انکشاف کے لئے تقویٰ شرط ہے۔" (تقریر ۲۸، دسمبر ۱۸۹۹ء)

د - حضور علیہ السلام نے یہ ذہن نشین کرانے کے بعد کہ تقویٰ کے بغیر کوئی نیک عمل بھی حتیٰ کہ نماز بھی قبول نہیں ہوتی بلکہ الٹا اس امر کا امکان ہے کہ وہ ایسی صورت میں دوزخ کی کلید ثابت ہو اور یہ بتانے کے بعد کہ دنیا میں صحیح فراست، حقیقی دانش اور سچّی راحت بھی تقویٰ کے بغیر انسان کو میسر نہیں آسکتی اور نہ وہ قرآنی علوم ومعارف سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا قرب جو فلاحِ دارین کے حصول پر دلالت کرتا ہے بجز تقویٰ کے اور کسی راہ سے انسان کو میسر نہیں آسکتا۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تقویٰ ہی فتح وظفر کی کلید ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) "یاد رکھو کہ یہ تقویٰ بڑی چیز ہے۔ خوارق کا ظہور بھی تقویٰ ہی سے ہوتا ہے۔ اور اگر خوارق نہ بھی ہوں پھر بھی تقویٰ سے عظمت ملتی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقش وجود مٹا سکتا ہے۔" (الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء)

(۲) "جب تک خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو کچھ نہیں ملتا اور خدا سے قریب کرنے والی بات صرف تقویٰ ہے۔ سچی آواز سننے کے لئے متقی بننا چاہیئے۔" (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء)

(۳) "ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۴) "انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے، نہ صرف نجات بلکہ یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے (یعنی فلاح سے بھی نوازتا ہے)" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء)

(۵) "آدمؑ سے لے کر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوئی۔ فتح کی کنجی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فتح صرف اس کو ہو سکتی ہے جس کا بحر تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہو۔ تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے تو اس کے ساتھ زمین و آسمان الٹ سکتے ہیں۔" (الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۱ء)

پس۔ تقویٰ کی اس عظیم الشان اہمیت کے پیش نظر تمام مجد و شرف اور بزرگی و برتری کا معیار بھی تقویٰ ہی ہونا چاہیئے نہ کہ دنیوی وجاہت یا اور کوئی مادی تفوق۔ اسی لئے حضور علیہ السلام قرآن مجید کی آیت اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

(۱) "حقیقت میں تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے انسان کا اکرام ہوتا ہے۔" (الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء)

(۲) "حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

جب تقویٰ ہی تمام سابقہ صحف مقدسہ کی تعلیمات کا خلاصہ ہے، شریعت اسلامیہ کا مغز، اور قرآنی تعلیم کی علت غائی ہے، نیز ایمان کی بیّن علامت اور اعمال حسنہ کے قبول ہونے کی لازمی شرط ہے، مزید برآں صحیح فراست، حقیقی دانش، سچی راحت اور قرآنی حقائق و معارف بھی صرف اور صرف اسی کی مدد سے حاصل ہوتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب حقیقی فلاح کے حصول کا یقینی ذریعہ بھی تقویٰ ہی ہے اور فتح و ظفر کی کلید بھی اسی کو قرار دیا گیا ہے تو پھر ہر ایک

مومن کے لئے یہ ضروری ہی نہیں بلکہ ناگزیر ہو جاتا ہے کہ وہ تقویٰ کی اہمیت ذہن میں پوری طرح مستحضر ہو جانے کے بعد یہ معلوم کرے کہ تقویٰ سے کیا مراد ہے، اس کی کیفیت اور ماہیت و حقیقت کیا ہے، اس کا انتہائی کمال کس مرتبہ اور مقام پر دلالت کرتا ہے، اس کے بنیادی تقاضے کیا ہیں، اور وہ کونسی شرائط ہیں جن کو پورا کر کے انسان صحیح معنوں میں متقی بن سکتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ان سب امور کو بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا ہے اور ان پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہم یہاں طوالت کے ڈر سے حضورؑ کی تحریرات کے بعض مختصر اقتباسات ہی درج کرنے پر اکتفا کریں گے۔

جیسا کہ ہم گزشتہ شمارہ میں واضح کر چکے ہیں بالعموم تقویٰ سے مراد نیکی کی وہ قوت اور مسابقت علی الخیرات کی وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی محبت کی وجہ سے انسان میں پیدا ہوتی ہے جس کے زیر اثر ایک مومن اپنی ہر حرکت و سکون میں خفیف سے خفیف گناہ اور معصیت سے بکلی مجتنب رہتا اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھتا ہے اور اس طرح خلوت و جلوت ہر حالت میں اور ہر قیمت پر راہِ سداد پر گامزن رہنے میں اس کا پائے ثبات ذرا بھر بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اس ضمن میں حضورؑ نے تقویٰ کی اس عمومی تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے اس امر کو بھی ضروری قرار دیا ہے کہ انسان مشتبہ امور سے یعنی ایسے امور سے بھی جن کے متعلق خفیف سے خفیف شبہ پایا جاتا ہو کہ شاید وہ بُرے ہوں بچنے کی کوشش کرے اور ان کے قریب تک نہ جائے پھر یہی نہیں بلکہ شریعت نے جن امور کو جائز رکھا ہے ان میں بھی انسان حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے ورنہ اس کا قدم خیر الامور اوسطہا کے مطابق نہ رہتے ہوئے تقویٰ کی راہ سے ہٹ جائے گا۔ حضور علیہ السلام کی ان تشریحات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو تقویٰ کا قرآنی مفہوم بہت زیادہ وسعت اور گہرائی کا حامل ہے چنانچہ حضورؑ تقویٰ کے مفہوم اور اس میں بتدریج وسعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) "تقویٰ یہی ہے کہ اُن تمام نقصانوں سے بچ کر (جو گناہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں) خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۸۲)

(۲) "تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اس سے بھی کنارہ کرے۔"

(الحکم ۱۰ راگست سنہ ۱۹۰۱ء)

(۳) "امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل، یقینی بدیہی یعنی ظاہری دیکھنے میں ہی ایک بات (بالبداہت) بُری یا بھلی ہے۔ دوم، یقینی نظری یعنی ویسا یقین تو نہیں پھر بھی نظری طور پر دیکھنے میں وہ امر اچھا یا بُرا ہو۔ سوم، امور مشتبہ۔ یعنی اُن میں شبہ ہو کہ شاید بُرے ہوں۔ پس متقی وہ ہے کہ

اس احتمال اور شبہ سے بھی بچے اور تینوں مراتب کو طے کرے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ شبہ اور احتمال سے بچنے کے لئے ہم دس باتوں میں سے نو باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ (تقویٰ کے معیار پر پورا اُترنے کیلئے) چاہیئے کہ احتمالات کا سدِّباب کیا جاوے۔" (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء)

(۴) "نیکی کی جڑ (یعنی تقویٰ) یہ بھی ہے کہ دُنیا کی وہ لذّات اور شہوات جو کہ جائز ہیں اُن کو بھی حدِّ اعتدال سے زیادہ نہ لے ..... خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ تنعم اور کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ انسان زنا نہ کرے، چوری نہ کرے بلکہ جائز امور میں بھی اعتدال سے نہ بڑھے۔" (البدر ۶ فروری ۱۹۰۳ء)

ب۔ حضورؑ نے تقویٰ کے مفہوم اور اُس کی وسعت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ متقی کی علامات اور اُس کے دل کی کیفیت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ متقی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورے تعہد اور التزام سے ادا کرتا ہے اور خدمتِ دین کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ جملہ اخلاقِ حسنہ اُس میں جمع ہوتے ہیں، یہ نہیں کہ بعض خُلق اُس میں ہوں اور بعض نہ ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ وہ کسی خارجی ترغیب و تحریص اور یاد دہانی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ خود اس کا اپنا دل اُس کے لئے ایک واعظ کی حیثیت رکھتا ہے جو قدم قدم پر اُسے معاصی سے بچنے اور حسنات اختیار کرنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ گناہوں سے اجتناب اور نیکیوں میں مسابقت اُس کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہے اور اِس طرح وہ روح القدس کی معیّت اور خدائی نصرت کا مورد بن جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو تو ویسے ہی اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کرکے ان کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں بھی ترقی کرے۔ لوگوں سے مروّت، خوش خلقی، اور ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ اِن باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ اِن باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں (یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہو تو اُسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اُس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کے لئے لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہے۔" (البدر ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء)

(۲) "جب انسان کو خدا ہدایت دینے لگتا ہے تو اُس کے دل میں ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے پس جب تک دل کا واعظ نہ ہو تسلی نہیں ہو سکتی۔ دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو روح القدس کی تائید نہیں ملیگی۔ ایسا شخص ضرور دھوکہ کھائیگا۔ اِس دین کی جڑ تقویٰ اور نیک بختی ہے۔" (الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

ج۔ حضور علیہ السلام نے تقویٰ کے معنی، اس کے مفہوم کی وسعت، اس کے عملی تقاضوں اور متقیوں کی علامات بیان کرنے کے علاوہ تقویٰ کے معیار اور اس کے انتہائی کمال پر بھی روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ انسان اس حد تک خدا سے اتحاد اور وصال پیدا کر لے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شے حائل نہ رہے اور اس کا اپنا نقش وجود بکسر محو ہو جائے۔ یہ کمال انتہائی درجہ کی جدوجہد اور نفس پر بے انتہا مشقت وارد کرنے کے بعد ہی ملتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

(۱) "کمال تقویٰ کا یہی ہے کہ انسان کا اپنا وجود ہی نہ رہے اور صیقل زدم آں قدر کہ آئینہ نماند کا مصداق ہو جائے۔" (الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء)

(۲) "اصول تقویٰ کا یہ ہے کہ انسان عبودیت کو چھوڑ کر الوہیت کے ساتھ ایسا مل جائے جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شے حائل نہ رہے۔" (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء)

(۳) "جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکہ سے نکلنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات کی روشنی میں تقویٰ کی بنیادی اہمیت، اس کے صحیح مفہوم، اور اس کے حصول کے ذرائع کو واضح کرنے کے بعد اب ہم ذیل میں حضور کی اُن تحریرات کے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں حضور نے اپنی جماعت کو تقویٰ کی راہ پر گامزن ہونے اور اس میں حتی الوسع کمال حاصل کرنے کی پُر زور تلقین فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حضور نے واضح فرمایا ہے کہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض یہی ہے کہ تا لوگوں کو تقویٰ کی راہ پر گامزن کیا جائے اور انہیں اس شاہراہ پر چلنے کے قابل بنایا جائے کہ جو حقیقی کامیابی اور فوز و فلاح کی راہ ہے۔ نیز خبردار فرمایا ہے کہ ہماری کامیابی بجز تقویٰ کے اور کسی چیز کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

(۱) "اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ ہی کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان بالکل خالی ہے پس جو متقی بنیں گے اُن کو معجزے کے طور پر بچایا جائے گا۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء)

(۲) "جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکہ دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی

امید رکھنی فضول ہے ...... پس اس حد تک صفائی اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے"۔ (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء)

(۳) "(خدا نے) ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمتی دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں تو یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی"۔ (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء)

چونکہ حقیقی فوز و فلاح کا اصل مدار تقویٰ پر ہے اس لئے حضور علیہ السلام نے اس بارہ میں نہایت درجہ دلسوزی کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ تمام لوگ جو آپ کے حلقۂ ارادت اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں وہ ہر طور تقویٰ کے اعلیٰ مدارج طے کر کے اپنے آپ کو حقیقی فوز و فلاح کا مستحق بنائیں۔ حضورؑ کی یہ تحریرات خاص طور پر اس قدر پُر درد اور پُر سوز لہجے میں لکھی گئی ہیں کہ جس سے حضورؑ کی اس تڑپ کا پتہ چلتا ہے کہ جو تقویٰ کی راہوں پر جماعت کو گامزن کرنے کے سلسلہ میں حضورؑ کے دل میں پائی جاتی تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں اور کس درد اور تڑپ کے ساتھ فرماتے ہیں :-

(۱) "بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالےٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔ تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور توراۃ اور انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کر دوں اور بعض دینی کام انہیں سپرد کروں اور پھر

ہیں، ہم وغم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مُردار دُنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کروں گا۔" (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ صٓ)

(۲) "اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالےٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ۔ ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے ...... ایک سیاہ داغ مُنہ پر کل کما ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل مُنہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے ...... اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا ...... تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ سے ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں ...... سو ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صٓ۳۳ تا ۹۱)

(۳) "ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو؟ اِس کا اُس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیز گاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔"

(ازالہ اوہام صٓ۸۲۷)

حضور علیہ السلام کی یہ دلی تڑپ اور پُرسوز و پُر درد تلقین رنگ لائی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی عطا کردہ قوتِ قدسی کی مدد سے، ہر چہار طرف پھیلی ہوئی گمراہی و ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی کے باوجود، حضور علیہ السلام کے ذریعے متقی و پاکباز انسانوں کی ایک ایسی جماعت معرضِ وجود میں آئی کہ جسے دیکھ کر دنیا ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہی۔ اور آج دنیا کے کونے کونے میں اسلام کو سر بلند کرنے سے متعلق اسی جماعت کے

عظیم الشان کارناموں پر دُنیا ورطۂ حیرت میں پڑی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے اپنے گرد جمع ہونے والے انسانوں کا تزکیہ کرکے انہیں تقویٰ کی دولت سے مالامال فرمایا اور ذاتی اعمال اور جماعتی کردار کے ایسے سانچوں میں انہیں ڈھال کر رکھ دیا کہ وہ کچھ سے کچھ بن گئے۔ ان کی ہستی پر ایسا انقلاب وارد ہوا کہ وہ اس دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے باوجود عالمِ بالا کی مخلوق نظر آنے لگے۔ آج جماعتِ احمدیہ کو اگر مالی و جانی قربانیاں پیش کر کے اسلام کو دُنیا بھر میں پھیلانے کی توفیق مل رہی ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ بتوفیقِ ایزدی اوّل دن سے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں تقویٰ کی راہِ سداد پر گامزن ہے۔

تقویٰ کی اس بنیادی اہمیت کے پیشِ نظر ہی حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کی روشنی میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور جس کی ایک جھلک سطور بالا میں پیش کرنے کی ہم نے کوشش کی ہے ہمارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تقویٰ اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں اور اس کو اختیار کرتے اور اسے اپنی زندگیوں اور اپنی اولادوں کی زندگیوں میں راسخ کرتے ہیں اس قدر تہیہ اور عزم سے کام لیں کہ اس راہِ سداد سے کبھی بھٹکنے کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ ہماری تمام تر کامیابی اور دُنیا میں غلبۂ اسلام کا سارا راز اس بات میں مضمر ہے کہ ہم متقی بنیں اور تقویٰ میں کمال حاصل کرنے میں لگے رہیں۔ بجز اس کے ہمارے لئے فلاحِ دارین کے حصول کی اَور کوئی راہ نہیں ہے۔ ہماری کامیابی اور فلاحِ دارین کے حصول کے اس راز کو حضورؑ نے جس قدر کھول کر اور تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس بارہ میں جس قدر درد اور تڑپ کا اظہار فرمایا ہے اور جس دل سوزی اور جانفشانی کے ساتھ جماعت کو بیش بہا نصائح فرمائی ہیں وہ اس بات کی مقتضی ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص ایک لمحہ کے لئے بھی اس امر سے غافل نہ ہو کہ وہ تقویٰ کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے اس میں کمال حاصل کرنے میں کوشاں ہے یا نہیں۔ ہماری یہ فکرمندی ہی ہمیں حقیقی کامیابی اور فلاح سے ہمکنار کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم کو ہمیشہ ہی یہ توفیق دیتا چلا جائے کہ ہم یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جانوں پر نسلاً بعد نسلٍ لگاتے چلے جائیں کہ ہم میں تقویٰ ہے یا نہیں۔ اے ہمارے ارحم الراحمین خدا! تو ایسا ہی کر۔ تیرے دستِ قدرت میں سب کچھ ہے۔ تیرا ہی فضل اور رحم نازل ہو تو ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور اس اہم ترین امتحان میں پورے اُتر سکتے ہیں۔ ربّ اغفر وارحم انت خیر الراحمین ٭

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو

تم اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ

زندوں کی صحبت میں رہو تا کہ زندہ خدا کا جلوہ تم کو نظر آئے

خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں مبعوث ہو کر صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے متّبعین کا تزکیۂ نفوس کر کے انہیں باخدا انسان بنا دیتے ہیں حتّٰی کہ ان کے مقدس وجودوں میں زندہ خدا کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی انقلاب اپنی جماعت کے افراد میں پیدا کر دکھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے خدا نما انسان بن گئے۔ یہ انقلاب حضورؑ کی بیش بہا نصائح اور قوتِ قدسی کی مدد سے رونما ہوا۔ انہی بیش بہا نصائح کا ایک قیمتی اقتباس ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔　　　(ادارہ)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو چاہتا ہے کہ خدا کو پائے اور حیّ و قیّوم خدا کو ملے وہ زندوں کو تلاش کرے کیونکہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے نہ کہ مُردہ۔ جن کا خدا مُردہ ہے، جن کی کتاب مُردہ ہے وہ مُردوں سے مدد چاہیں تو کیا تعجب ہے لیکن اگر سچا مسلمان جس کا خدا زندہ خدا، جس کا نبی زندہ نبی، جس کی کتاب زندہ کتاب ہے اور جس دین میں ہمیشہ زندوں کا سلسلہ جاری ہے اور ہر زمانہ میں ایک زندہ انسان خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرنے والا آتا ہے وہ اگر اس زندہ کو چھوڑ کر بوسیدہ ہڈیوں اور قبروں کی تلاش میں سرگرداں ہو تو البتہ تعجب اور حیرت ہے۔

پس تم کو چاہیئے کہ تم زندوں کی صحبت تلاش کرو اور بار بار اس کے پاس آ کر بیٹھو۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ میں تاثیر نہیں ہوتی۔ سنّت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوئی۔ جو سلسلہ منہاجِ نبوّت پر قائم ہو گا اس میں بھی تدریجی ترقی کا قانون کام کر رہا ہو گا۔ پس چاہیئے

کہ صحابہ کی طرح اپنے کاروبار چھوڑ کر یہاں آکر بار بار اور عرصہ تک صحبت میں رہو تاکہ تم وہ دیکھو جو صحابہؓ نے دیکھا اور وہ پاؤ جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پایا کسی نے کیا سچ کہا ہے۔ یا توں موڑ مقدمے یا توں اللہ نوں لوڑ۔

تم دیکھتے ہو کہ میں بیعت میں یہ اقرار لیتا ہوں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ یہ اس لئے تاکہ میں دیکھوں کہ بیعت کنندہ اس پر کیا عمل کرتا ہے۔ ذرہ سی نئی زمین کسی کو مل جائے تو وہ گھر بار چھوڑ کر وہاں جا بیٹھتا ہے اور ضروری ہوتا ہے کہ وہ وہاں رہے تا وہ زمین آباد ہو۔ پھر ہم جو ایک نئی زمین اور ایسی زمین دیتے ہیں جس میں، گو صفائی اور محنت سے کاشت کی جاوے تو ابدی پھل لگ سکتے ہیں کیوں یہاں آکر لوگ گھر نہیں بناتے۔ اور اگر اس بے اقبالی کے ساتھ اس زمین کو کوئی لیتا ہے کہ بیعت کے بعد یہاں آنا اور چند روز ٹھہرنا بھی دوبھر اور مشکل معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کی فصل کے پکنے اور بار آور ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے قلب کا نام بھی زمین رکھا ہے۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ زمین کے لئے کس قدر تردد کرنا پڑتا ہے، بیل خریدتا ہے، ہل چلاتا ہے، تخم ریزی کرتا ہے، آبپاشی کرتا ہے، غرضیکہ بہت بڑی محنت کرتا ہے اور جب تک خود دخل نہ دے کچھ بھی نہیں بنتا۔

لکھا ہے کہ ایک شخص نے پتھر پر لکھا دیکھا کہ زرع زری زر ہے۔ کھیتی تو کرنے لگا مگر نوکروں کے سپرد کر دی لیکن جب حساب لیا کچھ وصول ہونا تو درکنار کچھ واجب الادا ہی نکلا۔ پھر اس کو اس موقع پر شک پیدا ہوا تو کسی دانشمند نے سمجھایا کہ نصیحت تو سچی ہے لیکن تمہاری بے وقوفی ہے، خود مہتمم بنو تب فائدہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح یہ ارض دل کی خاصیت ہے جو اس کو بے عزتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس کو خدا تعالیٰ کا فضل اور برکت نہیں ملتی۔

یاد رکھو میں جو اصلاح خلق کے لئے آیا ہوں جو میرے پاس آتا ہے وہ اپنی استعداد کے موافق ایک فصل کا وارث بنتا ہے۔ لیکن میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ وہ جو سرسری طور پر بیعت کر کے چلا جاتا ہے اور پھر اس کا پتہ ہی نہیں ملتا کہ کہاں ہے اور کیا کرتا ہے اس کے لئے کچھ نہیں۔ وہ جیسا تہیدست آیا تھا تہیدست جاتا ہے۔

یہ فضل اور برکت صحبت میں رہنے سے ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ بیٹھے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ۔ گویا صحابہ خدا کا روپ ہو گئے۔ یہ درجہ ممکن نہ تھا ان کو ملتا اگر دور ہی بیٹھے رہتے۔ یہ بہت ضروری مسئلہ ہے، خدا کا قرب بندگانِ خدا کا قرب ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اس پر شاہد ہے۔ یہ ایک سر ہے جس کو تھوڑے ہیں جو سمجھتے ہیں۔ مامور من اللہ ایک ہی وقت میں ساری باتیں کبھی بیان نہیں کر سکتا بلکہ وہ اپنے دوستوں کے امراض کی تشخیص کر کے حسب موقع انکی اصلاح بذریعہ وعظ و نصیحت کرتا رہتا ہے اور وقتاً فوقتاً وہ ان کے امراض کا ازالہ کرتا رہتا ہے۔ اب جیسے آج میں ساری باتیں بیان نہیں کر سکتا ممکن ہے کہ بعض آدمی ایسے ہوں جو آج ہی کی تقریر سن کر چلے جاویں اور بعض باتیں ان میں

ان کے مذاق اور مرضی کے خلاف ہوں تو وہ محروم رہ گئے۔ لیکن جو متواتر یہاں رہتا ہے وہ ساتھ ساتھ ایک تبدیلی کرتا جاتا ہے اور آخر اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ ہر ایک آدمی سچی تبدیلی کا محتاج ہے۔ جس میں تبدیلی نہیں وہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى کا مصداق ہے۔ مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو، جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے، اس پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی۔ لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دُور ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اور ہو گیا ہوں اسے فائدہ نہیں پہنچتا۔ فطرت اور عقلی حالت اور جذبات کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل ہو جاوے تو کچھ بات ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے اشغال چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے۔ کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلا آتا ہے اور اس ابتلا کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیٹ بن جاتا ہے اور کیا کیا بُری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لئے مدد کا سامان پیدا کر سکیں اور مقصود بالذات اس میں دین ہی ہو۔ پس ہم دنیوی شغلوں سے بھی منع نہیں کرتے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ دن رات دنیا ہی کے دھندوں اور بکھیڑوں میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کا خانہ بھی دنیا ہی سے بھر دو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ محرومی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے اور اس کی زبان پر نرا دعویٰ ہی رہ جاتا ہے۔ الغرض زندوں کی صحبت میں رہو تاکہ زندہ خدا کا جلوہ تم کو نظر آوے۔"

(الحکم ۱۰ر فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱)

سچا مذہب

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سچا مذہب جیسا کہ خدا سے پیوند کرتا ہے ایسا ہی قوم میں پاکیزگی پھیلاتا ہے۔" (سناتن دھرم صفحہ ۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

قرآن مجید ہی اکمل کتاب ہے

وَوَاللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ ۔۔۔ وَاٰیَاتُہٗ مَقْطُوْعَۃٌ لَا تُغَیَّرُ

اللہ کی قسم! قرآن مجید میں ہر ایک حقیقت موجود ہے۔ اور اس کی آیات قطعی ہیں جو ہمیشہ کے لئے ہیں اور نہیں بدلیں گی۔

مَعِیْنٌ مَعِیْنُ الْخُلْدِ نُوْرٌ مُعِیْنُنَا ۔۔۔ ھُدَاہُ نَمِیْرُ الْمَاءِ لَا یَتَکَدَّرُ

قرآن مجید صاف پانی ہے بہشت کا پانی اور ہمارے لیے خدا کا نور۔ اس کی ہدایت خالص اور صاف پانی کی طرح ہے جس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔

اَرٰی اٰیَہٗ کَالْغِیْدِ جَاءَتْ مِنَ السَّمَاءِ ۔۔۔ وَفِیْہَا شِفَاءٌ لِّلَّذِیْ یَتَدَبَّرُ

اس کی آیات غایت درجہ حسین ہیں جو آسمان سے اُتری ہیں اور ان میں ذکر کرنے والوں کے لئے شفاء ہے۔

وَیُصْبِیْ قُلُوْبَ النَّاسِ بِالنُّوْرِ وَالْھُدٰی ۔۔۔ وَیُرْوِی الْعُطَاشٰی بِالْمَعِیْنِ وَیَظْئَرُ

اور وہ لوگوں کے دلوں کو اپنے نور اور ہدایت کے ساتھ کھینچ رہا ہے۔ اور پیاسوں کو صاف پانی سے سیراب کرتا ہے اور دائیوں کی طرح دودھ پلاتا ہے

وَقَدْ کَانَ صُحُفٌ قَبْلَہٗ مِثْلَ خَادِجٍ ۔۔۔ فَجَاءَ لِتَکْمِیْلِ الْوَرٰی لِیُغَزِّرَ

قرآن مجید سے پہلے اُترنے والی کتابیں نامکمل تھیں۔ پس قرآن مجید لوگوں کو کامل کرنے کیلئے آیا تھا تاکہ ایک بار ہی تمام دودھ دیا جا کر لوگوں کو پلایا جائے

بِلَیْلٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخٰی سُدُوْلَہٗ ۔۔۔ تَجَلّٰی وَاَدْرٰی کُلَّ مَنْ کَانَ یُبْصِرُ

یہ قرآن ایسے زمانہ میں اُترا جو رات کی طرح تاریک تھا اور جس نے اپنی تاریکی کی چادر سمندر کی موج کی طرح پھیلا رکھی تھی۔ سو قرآن مجید نے آکر تاریکی کو دور کر دیا اور ہر ایک جو دیکھ سکتا تھا اُس کو دکھا دیا۔

وَاُعْطِیْتُ مِنْ رَّبِّیْ عُلُوْمًا صَحِیْحَۃً ۔۔۔ وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَاُخْبَرُ

اور مَیں نے اپنے ربّ سے قرآنِ پاک کے علومِ صحیحہ پائے ہیں۔ اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ مجھے سکھلایا جاتا ہے اور اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(اعجاز احمدی صفحہ ۵۵-۵۶)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

دین کی غمخواری

اے ز دیں بے خبر بخور غمِ دیں
کہ نجاتت معلّق است بدیں
اے دین سے بے خبر انسان دین کا غم کھا
کیونکہ تیری نجات دین سے ہی وابستہ ہے۔

ہاں تغافل مکن ازیں غمِ خویش
کہ ترا کار مشکل است بہ پیش
دیکھ اِس غم سے غفلت نہ کریو۔
کہ تجھے مشکل کام درپیش ہے۔

دل ازیں درد و غم فگار بکن
دل چہ جاں نیز ہم نثار بکن
اِس درد و غم سے اپنے دل کو زخمی کر۔
دل تو کیا اپنی جان بھی قربان کر دے۔

ہست کارت ہمہ بآں یکذات
پس صبوری کنی ازو ہیہات
تجھے تو اس خدائے یگانہ سے ہی کام پڑے گا
افسوس پھر تو اس خدا سے کیونکر صبر کر سکتا ہے۔

بخت گردد چو زو بگردی باز
دولت آید ز آمدن بہ نیاز
جب تو خدا سے روگردانی کریگا تو تیری قسمت بگڑ جائے گی۔ اور عاجزی کے ساتھ اس کی طرف آنے میں دولت ملے گی۔

دولتِ عمر دم بدم بزوال
تو پریشاں بفکرِ دولت و مال
عمر کی دولت دم بدم زوال پر ہے۔
تو زر و مال کی فکر میں پریشان ہو رہا ہے۔

ہست آخر بآں خدا کارت
نہ تو یار کسے نہ کس یارت
آخر اسی خدا سے تیرا واسطہ پڑے گا
نہ تو تو کسی کا دوست ہے نہ تیرا کوئی دوست

(نزول المسیح)

انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لینے کا مرض

اور اس کے علاج کا صحیح طریق

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتوں کو مالی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں لیکن یہ قربانیاں انشراح صدر سے ہونی چاہئیں اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ مال اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس میں سے اس کے راستہ میں خرچ کرنا اس کے احسانات کا شکر ادا کرنا ہے۔ جو شخص ایسا سمجھ کر اللہ کے دین کے لئے خرچ کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ملتی ہے اور اُسے سارا دین مل جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اس بارہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قیمتی ارشادات تفسیر کبیر میں سے درج کرتے ہیں۔　　　(ادارہ)

"مَیں نے دیکھا ہے غریبوں میں تواضع اور انکسار زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے انبیاء کی جماعتوں میں عموماً غریب ہی شامل ہوتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ خدا انہیں غریب رکھنا چاہتا ہے بلکہ خدا ان غریبوں کو اس لئے دین کی خدمت کا موقعہ دیتا ہے کہ ان میں حرص نہیں ہوتی اور شکر کا مادہ ان میں زیادہ ہوتا ہے۔ بیشک وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو اُمراء ہیں اور مخلص ہیں اور وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن پر دباؤ ڈالا جائے تو مان جاتے ہیں لیکن وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو چندوں سے کھسکتے رہتے ہیں اور پھر جہاں بیٹھیں گے کہیں گے کہ بڑی مصیبت ہے کہ ہر وقت چندہ ہی چندہ مانگا جاتا ہے۔ وہ غریب آدمی جو پچیس ۲۵ روپے کما کر چندہ دے رہا ہوتا ہے وہ حیران ہوتا ہے کہ یہ اڑھائی ہزار روپیہ لے کر بھی کیوں چندہ نہیں دے سکتا۔ ان نقائص اور خرابیوں سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرے اور اس کے احسانوں کو یاد رکھے لیکن جب وہ کہتا ہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ مجھے جو کچھ ملا ہے اپنی کوشش اور علم کی وجہ سے ملا ہے، یا جب وہ کہتا ہے کہ ہم تو پہلے ہی مر رہے ہیں ہم دین کے لئے روپیہ کہاں سے دیں، یا کہتا ہے بڑی مصیبت آ گئی ہے ہر وقت چندے ہی چندے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو اس وقت وہ خدائی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ خدائی برکات سے وہ اسی وقت حصہ لے سکتا ہے جب اُسے ایک پیسہ بھی ملتا ہے وہ اُسے خدا کا انعام سمجھتا ہے، یا پندرہ کی بجائے اسے بیس ۲۰ روپے ملتے ہیں تو وہ ان

پانچ روپوں کی زیادتی کو خدا تعالےٰ کا انعام سمجھتا ہے۔ پھر اسے سَو روپیہ ملتا ہے تو وہ سَو کو خدا تعالےٰ کا احسان سمجھتا ہے۔ ہزار روپیہ ملتا ہے تو وہ ہزار کو خدا تعالےٰ کا احسان سمجھتا ہے۔ پندرہ سَو روپیہ ملتا ہے تو وہ ان پندرہ سَو کو خدا تعالےٰ کا احسان سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ اگر مجھ سے دین کی خدمت کے لئے کسی چندے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو یہ ایک مصیبت ہے جو مجھ پر آگئی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے اُسی کا ہے میرا اپنا کچھ نہیں۔ جب تمہارے پاس کوئی شخص امانت رکھتا ہے اور پھر وہ تم سے مانگنے آجاتا ہے تو کیا تم اس امانت کی واپسی کو مصیبت سمجھتے ہو۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کی طرف سے جو روپیہ تمہیں ملتا ہے اگر تم اس کے متعلق اپنے دلوں میں یہ یقین اور ایمان پیدا کرو کہ وہ خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے تمہیں دیا ہے تو تم خدا کے لئے اُس روپیہ کو خرچ کرنے میں کبھی دریغ نہ کرو۔ کیونکہ تم سمجھو گے کہ یہ میری چیز نہیں تھی بلکہ اُسی کی تھی۔ جیسے انسان بعض دفعہ سفر پر جاتا ہے تو وہ اپنی بھینس ہمسایہ کو دے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ دس دن اِس کا دُودھ پئیں سفر سے واپس آکر مَیں لے لوں گا۔ اب کوئی کمینہ اور ذلیل انسان ہی ہوگا جو اس کے مانگنے پر اپنے دل میں کہے کہ یہ مر کیوں نہ گیا بھینس میرے قبضہ میں ہی رہتی۔ ورنہ جو شریف انسان ہوگا وہ کہے گا کہ مَیں آپ کا بڑا ممنون ہوں آپ کی بھینس سے مَیں نے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ مگر دُنیا میں تو امانت رکھنے والے اپنی ساری امانت واپس لے لیتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ اپنی امانت میں سے ہمیشہ ایک حصہ مانگتا ہے سارا نہیں مانگتا۔ پس وہ تو امانت دار بھائی قسم کا ہے۔ اس کے مانگنے پر جو شخص ناراض ہوتا ہے وہ بڑا ہی ذلیل اور رذیل قسم کا انسان ہے۔ اس نے رات دن خدا تعالےٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا، پھر کسی موقع پر اگر اُس نے ایک آدھ چیز مانگ لی تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھ پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ حقیقتاً یہ تمام باتیں اللہ تعالےٰ کے فضلوں کی ناقدری اور ناشکری سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے بار بار کہا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور میرے احسانات کو یاد رکھو۔ جب انسان ہر چیز کو خدا تعالےٰ کا انعام سمجھتا اور اُس کی نعمتوں کی قدر کرتا ہے تو اُسے سارا دین مل جاتا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۴۰)

ہلاکت کی راہ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"آسمانی کاروبار کا مقابلہ کرنا دانشمندی نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے۔" (البلاغ المبین صفحہ ۲۳)

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۷)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصّہ کی ساتویں قسط ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ اِس کا مسودہ محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)

گُجّی مار

ایک ضلع میں ایک دفعہ ایک آئی۔ سی۔ ایس انگریز بطور قائم مقام ڈپٹی کمشنر یا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہو کر آئے۔ اس تعیناتی سے پہلے انہوں نے کبھی مقدمات کا فیصلہ نہ کیا تھا۔ پھر جب مقدمات آنے شروع ہوئے تو جب مضروب عدالت میں یہ بیان دیا کرتے تھے کہ فریقِ مخالف نے ان کو خوب مارا ہے تو وہ کہتے کہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کرو۔ مضروب کہتے ہمیں گُجّی مار پڑی ہے یعنی ایسی مار جس کے نشان بدن پر ظاہر نہ ہوں۔ یہ بات سُنتے ہی صاحب بہادر فوراً اُس مقدمہ کو خارج کر دیا کرتے تھے کہ سخت قسم کی مار پڑے مگر اس کا نشان نہ ہو یہ بات ماننے والی نہیں۔ اُس شہر میں افسروں کی ایک کلب بھی تھی اور اُس شہر کے ساتھ ایک چھاؤنی بھی۔ اِس وجہ سے اجڈ فوجی افسر بھی کلب میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن کلب میں شراب پی کر جو کچھ تکرار ہوئی تو فوجی افسروں نے صاحب بہادر کو خوب مکّے لگائے اور مار مار کر قریباً ادھ موا کر دیا۔ پھر خود ہی گاڑی میں ڈال کر اُن کی کوٹھی پر ڈال آئے۔ رات بھر تو وہ قریباً بے ہوش ہی رہے، صبح اپنے بَیرے کو بُلا کر کہنے لگے میری بوٹی بوٹی دُکھتی ہے، کروٹ تک نہیں لے سکتا، بڑی سخت اور خوفناک ضربات آئی ہیں، تم میرا بدن تو دیکھو کہ کہاں کہاں نیل پڑے ہیں اور کہاں کہاں زخم ہیں۔ اس نے سارا بدن دیکھ کر کہا کہ صاحب نشان تو ایک بھی نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو گُجّی مار پڑی ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی صاحب کے کان کھڑے ہوئے۔ فرمانے لگے اوہ! یہ گُجّی مار ہے؟ ویل یہ تو ضربِ شدید سے بھی بُرا ہے۔ بَیرے نے کہا ہاں حضور گُجّی مار کے آگے دوسری چوٹوں کی کیا ہستی ہے، یہ سب سے زیادہ سخت مار ہوتی ہے۔ خیر، جب صاحب بہادر بیس

دن کے بعد اچھے ہو کر کچہری گئے اور مقدمات شروع کئے گنجی مار کے متعلق اُن کا زاویۂ نگاہ بالکل بدل چکا تھا۔ اب تو جو کوئی مضروب بھی کہتا کہ مجھے گنجی مار پڑی ہے تو پوچھتے ہی ملزم کو سال بھر کی قید کی سزا دیتے اور کہا کرتے کہ ہم نے اپنی ناواقفی کی وجہ سے بہت مدت تک مظلوموں پر ظلم روا رکھا۔ ہم کو نہیں معلوم تھا کہ گنجی مار ایسی سخت چیز ہوتی ہے۔ اب جبکہ ہم کو خود تجربہ ہو گیا تب پتہ لگا کہ اس کی سزا تو ضربِ شدید سے بھی زیادہ ہونی چاہیئے۔

نیلامی کی چیزیں

امرتسر میں (جیسا کہ ہر سرکاری شفاخانہ میں ہوتا ہے) پرانی اور ردی اشیاء کا سالانہ نیلام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ جس سال میں وہاں تھا اُس سال بھی ہوا۔ اُن چیزوں میں ربڑ کے کیتھیٹر بھی تھے یعنی وہ نلکیاں جن سے پیشاب نکالا جاتا ہے۔ چونکہ وہ پرانے ہو کر سخت ہو گئے تھے اور اُن کے ٹوٹنے کا خطرہ تھا اس لئے ردی میں نکال دیئے گئے۔ ایک کمپونڈر جس کی شہر میں ڈاکٹری کی ایک پرائیویٹ دکان تھی اُن کو خرید کر لے گیا۔ کچھ دن کے بعد اُس کی دکان پر ایک بڈھا شخص علاج کے لئے آیا۔ اس کا پیشاب بند تھا۔ کمپونڈر نے دو روپے وصول کر کے اُسے میز پر لٹایا اور ربڑ کا کیتھیٹر چڑھا دیا۔ چونکہ ربڑ خراب خستہ (Brittle) ہو چکا تھا اس لئے ٹوٹ گیا۔ ایک ٹکڑا تو ہاتھ میں رہ گیا اور دوسرا اندر اٹکا رہ گیا۔ اب نہ تو پیشاب نکلا نہ وہ نلکی کا ٹکڑا۔ اُس کمپونڈر پر اس بات کی اتنی ہیبت چھائی کہ اُس نے مریض سے کہا کہ میں نئی نلکی گھر سے لے آؤں۔ تم ذرا دکان کے چبوترے پر باہر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیچارا وہاں بیٹھ گیا اور کمپونڈر صاحب ڈر کے مارے دکان کو قفل لگا کر سیدھے ریل پر سوار ہو کر لاہور چلے گئے اور کئی دن روپوش رہے۔ وہ مریض جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو مجبور ہو کر سول ہاسپٹل میں آیا جہاں اپریشن کر کے پہلے وہ نلکی جو اندر ٹوٹی اور پھنسی ہوئی تھی نکالی گئی پھر پیشاب نکالا گیا۔ سوال کرنے پر اُس نے اُس کمپونڈر کا سارا معاملہ بیان کیا۔ اس واردات کے بعد میں نے ہمیشہ اپنا یہ وطیرہ رکھا کہ ناقص اور نکمے اوزاروں کو بجائے نیلام کرنے کے توڑ دیا کرتا تھا کہ کہیں پھر ویسا حادثہ پیش نہ آوے۔ بلکہ شفاخانہ کے بعض گندے اور زہریلی بیماریوں والے مریضوں کے استعمال شدہ کپڑے بھی جلا دیتا تھا کہ اُن کا اثر کسی غریب انسان کی ہلاکت کا موجب نہ ہو۔

(باقی)

"نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو"

(حضرت مسیح موعودؑ)

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے۔ قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

نفس امّارہ بعض اوقات ایک مومن کو بھی غلط راہ پر گامزن کر دیتا ہے اور شیطان اُسے یہ دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ یہ نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکنّ البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر ...... اولٰئک الّذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ○ (البقرہ) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیس البرّ بان تأتوا البیوت من ظھورھا ولٰکنّ البرّ من اتّقیٰ۔ واْتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ (البقرہ) کسی مخصوص جہت کو اختیار کر لینا خواہ فاعل کے نزدیک صحیح اور نیک نیتی پر مبنی ہو نیکی نہیں، نیکی وہ ہے جو خدا اور اُس کے رسولؐ کے منشاء کے مطابق ہو اور جس کی بنیاد کسی نفسانی خواہش پر نہیں بلکہ تقوی اللہ پر ہو۔ اگر یہ اصول ہمیشہ مدنظر رہے تو ایک روحانی جماعت میں کبھی انتشار اور افتراق پیدا نہیں ہو سکتا۔ انتشار تبھی پیدا ہوتا ہے جب ایک فرد بزعمِ خود ایک فعل کو اچھا سمجھتا ہے مگر اس کے ارتکاب میں درحقیقت وہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول کو نظر انداز کر رہا ہوتا ہے۔

نماز سے ہمیں جو سبق ملتے ہیں اُن میں سے ایک اہم سبق یہ ہے کہ ہماری ہر حرکت اور ہر سکون امام کے تابع ہونا چاہیئے اور ہمیں ہمیشہ امام کے اشاروں پر چلنا چاہیئے۔ امام کھڑا ہو تو ہم بھی کھڑے ہو جائیں اور جو امام بیٹھ جائے تو ہم بھی بیٹھ جائیں۔ حتّٰی کہ اگر وہ غلطی بھی کر رہا ہو اور ہم جانتے ہوں کہ وہ غلطی کر رہا ہے تو بھی ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم اُس کی اتباع کرتے چلے جائیں، یہ نہیں کہ ہم صفوں میں انتشار پیدا کر کے نماز سے الگ ہو جائیں اور پھر امام کی غلطی کی وجہ سے ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا لیں۔

غزوۂ اُحد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ پہاڑی پر متعین مجاہدوں میں سے بعض نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کو نظر انداز کر دیا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم بغیر اجازت اِس مقام کو نہیں چھوڑو گے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اس پہاڑی پر متعین بعض نوجوانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اب یہاں کھڑے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد کے خلاف انہوں نے اس مقام کو چھوڑ دیا اور جب دشمن نے پچھلی طرف سے دیکھا کہ یہ مورچہ خالی ہے تو اُس نے اُس طرف سے اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمان تتر بتر ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں میں گھر گئے۔ حضورؐ کے گرد صرف چند جاں نثار رہ گئے۔ دشمن حضورؐ تک تو نہ پہنچ سکا مگر ایک پتھر سے حضورؐ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ اس طرح محض چند نوجوانوں کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کی یہ فتح شکست بن گئی۔ اگر وہ نوجوان اس ارشادِ الٰہی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم تفلحون (اگر تم فلاح اور کامیابی چاہتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) اور وہ نفس کے دھوکے میں نہ آجاتے تو مسلمانوں کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جب بعض مسلمان نفسانی خواہشات اور ذاتی جھگڑوں میں اُلجھ گئے اور انہوں نے انہیں دین کا رنگ دیکر اپنے مخالفین سے ذاتی انتقام لینے کی کوشش کی تو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اور انکی عظمت چھن گئی۔

آج ہم ایک اہم دور میں سے گزر رہے ہیں۔ مقصد بے حد بلند ہے مگر وسائل بے حد محدود۔ اسلام پھر سے دنیا میں قائم کرنا اور خدا سے روٹھی ہوئی دنیا کو پھر آستانۂ الوہیت پہ جھکا دینا کوئی آسان کام نہیں اس کے لئے متحد و متفق ہو کر مسلسل جد وجہد اور متواتر کوشش کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر فرد کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔ اس بارہ میں ذراسی لغزش خطرناک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ پس آئیں ہم سب یہ عہد کریں کہ خدا کی خاطر اپنے نفسوں کو بھول جائیں گے اور دین کی ترقی کی راہ میں ذاتی جھگڑوں اور نفسانی خواہشات کو حائل نہ ہونے دیں گے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تاکہ بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔" (لیکچر سیالکوٹ)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کے اس زریں ارشاد پر صحیح معنی میں پوری طرح کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

انصاف کی برکت

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"انسان جس قدر انصاف کرتا ہے اسی قدر روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔"

(البلاغ المبین ص)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

(مکرم شیخ خورشید احمد صاحب - ربوہ)

حضرت بلالؓ کا بلند رُوحانی مقام

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز اور جلیل القدر صحابہؓ میں سے تھے۔ آپ کی ذات گرامی اسلامی اخوت ومساوات کی زندہ وتابندہ نمونہ تھی۔ آپ غلام تھے اور پھر افریقہ کی سیاہ فام حبشی نسل سے تعلق رکھتے تھے باایں ہمہ مسلمان ہونے کے بعد آپ کو اپنے اخلاص - خداکاری - زہد وتقویٰ اور عشق نبوی کی بدولت اسلام میں وہ بلند مقام حاصل ہوا کہ چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود آج بھی ہر مسلمان ادب واحترام کے ساتھ آپ کا نام لیتا ہے اور اس کی زبان پر بے اختیار آپ کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں جاری ہوجاتی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلند روحانی مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہایت محبت وشفقت کا سلوک فرماتے تھے حضورؐ نے انہیں اسی دنیا میں جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:-

"بلال! مَیں نے جنت میں بھی تمہارے قدموں کی آواز سُنی ہے"

حضرت بلالؓ نے نہایت غربت اور کسمپرسی کی حالت میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد بھی آپ عرصہ تک انسانیت سوز مظالم کا تختۂ مشق بنے رہے۔ اگر آپ چاہتے تو اسلامی فتوحات کے بعد مال و دولت کے انبار جمع کر کے نہایت آسائش کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرسکتے تھے مگر آپ نے غربت کی حالت میں ہی زندگی بسر کی۔ خدا اور اس کے رسول کی محبت کو ہی اپنی زندگی کی عزیز ترین متاع سمجھا۔ محبت واطاعت رسول - قناعت مشقت اور صبر و استقلال آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔

ذیل میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ آپ کی زندگی کے بعض حالات عرض کئے جاتے ہیں:-

خاندانی حالات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ خالص حبشی نہیں تھے بلکہ ملک حبشہ کے "مولدین" میں سے تھے یعنی آپ کی والدہ تو حبشیہ تھیں لیکن آپ کے والد عرب کی سرزمین سے ہی تعلق رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ گو آپ کا رنگ گہرا سانولا تھا اور سر پر گھنے بال تھے مگر دیگر حبشیوں کی طرح آپ کے بال گھنگھریالے نہیں تھے اور نہ ہی آپ کی ناک چپٹی تھی۔

آپ کی جائے پیدائش اور سن ولادت کے متعلق اختلاف ہے آپ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ابتدائی پرورش مکہ میں قریش کے مشہور قبیلہ بنوجمح میں ہوئی اس قبیلہ کو فطری طور پر شعرا اور موسیقی سے مناسبت تھی۔ عین ممکن ہے کہ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مؤذن مقرر فرمایا ہو۔

قبول اسلام

حضرت بلال رضؓ نے جس وقت اسلام قبول کیا اس وقت آپ غلام تھے اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ کس کے غلام تھے بعض لوگوں کے نزدیک آپ قبیلہ بنوجمح کی ایک معزز عورت کے پاس تھے بعض دیگر روایات میں ابوجہل کی ایک رشتہ دار بیوہ عورت کو آپ کی مالکہ بتایا گیا ہے بعض کے نزدیک آپ کو امیہ بن خلف کا غلام ظاہر کیا گیا ہے۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے غلامی کے چنگل سے چھڑایا تھا۔ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں آپ انتہائی روح فرسا مظالم سہتے تھے۔ عجیب عجیب طریق سے آپ کو دُکھ دیا جاتا تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان مظالم کا علم ہوا تو آپ نے انہیں ان کے مالک سے خرید لیا بعض روایات میں آتا ہے کہ خود حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو آزاد کرانے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ اور اس سلسلہ میں نصف قیمت حضورؐ خود دینا چاہتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور کی اس خواہش کا علم ہوا تو آپ نے فی الفور انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی اطلاع کر دی۔

ہجرت

آزادی حاصل کرنے کے بعد آپ نے ان مظالم سے تو چھٹکارا حاصل کر لیا جو بحیثیت غلام آپ پر روا رکھے جاتے تھے لیکن کفار کی طرف سے جو مظالم تمام مسلمانوں پر ہوتے تھے ان میں آپ بھی شریک رہے۔ جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے گئے لیکن آپ کو اپنی محبوب بستی ـــــ مکہ معظمہ سے جدائی بہت شاق گذری چنانچہ ایک موقع پر جبکہ آپ مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے ملیریا میں مبتلا ہو گئے تھے آپ نے حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھے:۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ ٭ بواد وحولی اذخر وجلیل

ترجمہ:۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ پھر کوئی ایسا مبارک وقت بھی آئے گا کہ جبکہ میں پھر وادیٔ مکہ میں رات گذاروں اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل کی گھاس ہو۔

ایک نمایاں خصوصیت

حضرت بلال رضؓ کی زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی گوارا نہ تھی۔ خواہ جنگیں درپیش ہوں یا سفر۔ حضرت بلال رضؓ

ہر موقع پر حضورؐ کے ساتھ ہی نظر آتے تھے غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کو اسلام کا سب سے پہلا مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا اور یہ شرف آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حاصل رہا۔ آپ اذان دینے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دینے کی غرض سے حضورؐ کے حجرے کے دروازہ پر آحاضر ہوتے اور بلند آواز سے کہتے

حیی علی الصلوٰۃ ۔ حیی علی الفلاح ۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ !

جب حضورؐ نماز کے لئے تشریف لاتے تو اقامت کہنے کا فخر بھی آپ کو ہی حاصل ہوتا۔ اذان سے قبل آپ بعض اشعار بھی ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جس میں آپ پر کفار کے مظالم کا ذکر ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک شعر یہ بھی تھا جو اکثر آپ پڑھا کرتے تھے :۔

مالبلال ثکلتہ امہ ٭ وا تسلّ من نضح دم جبینہ

ترجمہ :۔ بلال ! اس وقت کو یاد کرو جب تمہیں کفار مکہ کی پتھریلی زمین پر گھسیٹا کرتے تھے اور خون سے تمہاری پیشانی تر بتر ہو جایا کرتی تھی۔

کفار کی طرف سے روح فرسا مظالم

ان اشعار میں کفار کے مظالم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یوں تو کم و بیش سبھی صحابہؓ کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے مگر حضرت بلالؓ ان بزرگوں میں سے تھے جو خاص طور پر کفار مکہ کے نہایت درجہ روح فرسا مظالم کو سہتے رہے ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جن اصحاب کو ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا انہی میں حضرت بلالؓ بھی شامل تھے۔ آپکو چونکہ ذاتی اثر و رسوخ حاصل تھا نہ ہی کوئی قبیلہ آپکی پشت پر تھا اس لئے کفار آپ پر ظلم و ستم کرتے وقت ذرا بھر بھی نہ ہچکچاتے تھے اور جی بھر کر مظالم ڈھاتے رہے پاؤں میں رسیاں باندھ کر مکہ کی پتھریلی زمین پر گھسیٹتے۔ شدید گرمی کے موسم میں آپکی پیٹھ کو ننگا کر کے ریت پر لٹا دیتے اور اوپر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ لوہے کی تپتی ہوئی زرہیں آپ کو پہنا دی جاتیں غرضیکہ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے گئے کسی قسم کا ظلم نہ تھا جو آپ پر روا نہ رکھا گیا مگر حضرت بلالؓ نے انتہائی ثابت قدمی اور صبر و استقلال کے ساتھ ان مظالم کو برداشت کیا۔ عمیر بن اسحاق سے یہ روایت مروی ہے کہ کفار ستم قسم کے عذاب اور دُکھ دیکر جب آپکو مجبور کرتے کہ آپ کلمہ توحید سے انکار کر دیں تو اس وقت بھی حضرت بلالؓ کی زبان سے احد۔ احد ہی کے الفاظ نکلتے تھے۔ ایک دفعہ آپکی گردن میں رسی باندھ کر شہر کے لڑکوں کو کہدیا گیا کہ انہیں مکہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان خوب گھسیٹو۔ چنانچہ لڑکوں نے ایسا ہی کیا وہ آپکو بری طرح زدوکوب کرتے اور پھر پتھریلی زمین پر خوب گھسیٹتے حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو جاتے مگر جب بھی ہوش میں آتے تو آپکی زبان سے احد۔ احد کے الفاظ ہی نکلتے تھے۔

ان ناقابلِ برداشت مظالم کے باوجود آپ نے ثابت قدمی اور استقلال کا جو نمونہ دکھایا وہ یقیناً عدیم النظیر ہے اسکی وجہ یقیناً آپکا توحید الٰہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر زندہ مستحکم اور ناقابلِ تسخیر ایمان تھا۔ ایمان کی اس دولت کے مقابلہ میں جسمانی ایذاء دہی

اور تکالیف کو آپ کوئی وقعت نہیں دیتے تھے حق یہ ہے کہ یہی وہ قربانیاں تھیں جنکی وجہ سے آپکو صحابہؓ کے مقدس گروہ میں ایک ممتاز مقام حاصل ہوا حتیٰ کہ چوٹی کے صحابہ بھی آپکو نہایت تعظیم و تکریم سے دیکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ابوبکر ہمارے سردار تھے (کیونکہ) انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کرایا"۔

عشقِ رسول میں گداز ہستی

قبولِ اسلام کے بعد حضرت بلالؓ نے اپنے روز و شب جس انداز سے گذارے وہ ایک انتہائی عاشقانہ رنگ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا عشقِ رسول میں ایک گداز ہستی ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ اپنے محبوب کے قدموں میں انتہائی والہانہ رنگ میں قربان ہونے کے لئے تیار رہتی ہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے محبوب آقا و مقتدا سے جدا ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلالؓ ہر جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نظر آتے تھے۔ عیدین اور نماز استسقاء کے مواقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے تو بلالؓ نیزہ لئے حضور کے آگے آگے چلتے اور جس جگہ نماز پڑھانی ہوتی اس سے ایک دو گز کے فاصلے پر وہ نیزہ زمین میں گاڑ دیتے۔ یہ نیزہ ان تین نیزوں میں سے تھا جو شاہ حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کئے تھے رسول اللہؐ نے ایک نیزہ اپنے لئے رکھ لیا دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور تیسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا تھا۔ رسولؐ اللہ نے اپنے لئے جو نیزہ رکھا تھا وہ حضرت بلالؓ کی تحویل میں رہتا تھا اور اسی کو لیکر وہ بطور محافظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔

سفروں کے موقع پر بھی حضرت بلالؓ حضورؐ کے ساتھ ہوتے اور ہمہ تن حضورؐ کی خدمت بجا لانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ دوپہر کے وقت جب دھوپ کی شدت ہوتی تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اپنی چادر تان دیتے۔ غزوات کے موقعوں پر ان جنگ سے کچھ دور حضورؐ کے لئے ایک سائبان کھڑا کر دیتے اور جب تک جنگ جاری رہتی میدانِ جنگ اور حضورؐ کے اس خیمے کے درمیان چکر لگاتے اور حضورؐ کی ہدایات فوج تک پہنچاتے تھے۔

رسول کریمؐ کی شفقت و محبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بلالؓ سے خاص شفقت و محبت کا سلوک فرمایا کرتے تھے انکی دینی تربیت فرماتے اور دنیوی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے چنانچہ ان کا نکاح خود حضور علیہ السلام نے کرایا۔ ابو البکیر کے لڑکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہماری بہن کا رشتہ کہیں کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم بلال سے کیوں نہیں کر دیتے؟ اس پر وہ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر انہوں نے اپنی درخواست پیش کی اور حضورؐ نے پھر بلالؓ کا نام لیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب انہوں نے تیسری مرتبہ پھر اپنی بہن کا رشتہ کرانے کی درخواست پیش کی تو حضورؐ نے فرمایا:۔

"تم بلال سے اپنی بہن کا رشتہ کیوں نہیں کر دیتے وہ اہلِ جنت میں سے ہے تمہیں اپنی بہن کا رشتہ اس سے کر دینا چاہیئے"۔

ان الفاظ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو کیا مرتبہ اور مقام حاصل تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے عزیز تھے۔ اللھم صل علےٰ محمد و علےٰ آل محمد و علےٰ اصحابہ و خلفاءہ اجمعین + (باقی)

قبولیتِ دعا کا ایک درخشندہ نشان

مسیح پاکؑ کا ایک گرانقدر مکتوب

کیا ہی خوش بخت و خوش نصیب تھا اصحابِ مسیح پاک علیہ السلام کا مقدس گروہ جنہیں حضورؑ کی خدمتِ اقدس میں دن اور رات حاضر رہنے اور حضورؑ کے کلماتِ طیبات، حیات بخش ارشادات اور بے اندازہ بے حساب فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے انمول مواقع میسر تھے۔ وہ ہر گھڑی اور ہر آن خدائی افضال و انعامات اور تازہ بتازہ نشانات بارش کی طرح برستے دیکھ کر یوں محسوس کرتے تھے کہ وہ ایک اور ہی عالم میں ہیں اور ایک نئے آسمان کے نیچے ایک نئی زمین پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حضورؑ کے فیضِ صحبت کی برکت سے خدا کی قدرت کے نشان اِس کثرت سے ان کے مشاہدہ میں آتے تھے کہ ہر آن وہ اپنے ایمانوں میں ایک نئی پختگی اور قلوب و اذہان میں ایک نئی جلاء اور روشنی محسوس کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر آن روحانی کیف و سرور کی ایک مسحور کُن حالت ان پر طاری رہتی جس کے زیر اثر وہ ہر آن قرب الٰہی میں ترقی کرتے چلے جاتے۔ نشانات کی یہی وہ کثرت تھی جس کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

"ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیئے اور ان کو شکر کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اُس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔" (الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱ تا ۳)

ایسے ہی خوش بخت و خوش نصیب اصحابِ مسیح پاکؑ میں سے ایک حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ہر چند کہ آپ قادیان سے بہت دور راولپنڈی میں بغرض تجارت مقیم تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے اوائل ہی

میں آپ کو قبولِ حق کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ ۱۸۹۲ء میں جونہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی خبر ملی آپ بلا توقف بذریعہ خط بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ بیعت کے کچھ عرصہ بعد آپ اپنی اہلیہ صاحبہ محترمہ کو ساتھ لے کر قادیان پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپکی اہلیہ صاحبہ کو اٹھرا کا مرض لاحق تھا اس لئے آپ اُس وقت تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ آپ نے اس امر کا حضورؑ سے ذکر کیا۔ حضورؑ نے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علاج کرانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ علاج شروع ہو گیا۔ علاج شروع ہوا ہی تھا کہ اس عرصہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یہ کہ ایک دن حضور علیہ السلام اہلِ بیت سمیت سیر کی غرض سے باغ میں تشریف لے گئے۔ اِس موقع پر بعض اصحاب کو بھی حضورؑ کی معیت میں وہاں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضورؑ نے باغ میں شہتوت توڑ کر سب احباب کو کھلانے کی ہدایت فرمائی۔ مالی شہتوت توڑ لایا۔ نیز حضرت سیٹھی صاحب مرحومؓ کی اہلیہ صاحبہ نے بھی اپنے طور پر کچھ شہتوت درخت سے توڑ کر حضورؑ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا یہ شہتوت نسبتاً زیادہ صاف ستھرے ہیں۔ اِس پر حضرت امّ المؤمنین نے حضورؑ کو بتایا کہ یہ شہتوت سیٹھی غلام نبی صاحب کی اہلیہ آپ کے لئے توڑ کر لائی ہیں۔ حضورؑ نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر انہیں دعا دی اور فرمایا خدا انہیں لڑکا عطا فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاج ترک کر دیا اور فرمایا علاج کی ضرورت نہیں اب مسیح پاک علیہ السلام کی دعا کے طفیل خدا تمہیں ضرور اولاد عطا کریگا اور اولاد کا عطا ہونا حضورؑ کی صداقت کا ایک نشان ہو گا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام سے اجازت لیکر راولپنڈی واپس چلے گئے۔ وہاں جا کر قریباً سال بھر بعد آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جسے آپ نے حضور علیہ السلام کی قبولیتِ دعا کا ایک نشان یقین کرتے ہوئے معجزہ سے تعبیر کیا اور خیال کیا کہ چونکہ یہ لڑکا معجزانہ طور پر پیدا ہوا ہے۔ اس لئے یہ عمر پانے والا ہو گا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ولادت کے ڈیڑھ سال بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا اس کی وفات کا حضرت سیٹھی صاحبؓ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے حضورؑ کی خدمتِ اقدس میں ایک عریضہ روانہ کیا اور بچے کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر کیا یہ بچہ تو حضورؑ کی دعا کے نتیجہ میں معجزانہ طور پر پیدا ہوا تھا اور امید تھی کہ یہ عمر پائے گا لیکن میری شامتِ اعمال کہ وہ وفات پا گیا۔ آپ کے اِس عریضہ کے جواب میں حضورؑ نے جو والا نامہ تحریر فرمایا وہ ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے کیونکہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دکھایا کہ اس والا نامہ کا ایک ایک حرف ایک نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ والا نامہ حضرت سیٹھی صاحب مرحومؓ کے خاندان میں آج بھی محفوظ ہے۔ ہم اس کا عکس ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں :-

حضور علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا عکس

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محبی عزیزی [illegible] سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کارڈ پہنچا آپ کو

ابھی فرزند دلبند کی وفات پر بہت صدمہ پہنچا ہوگا

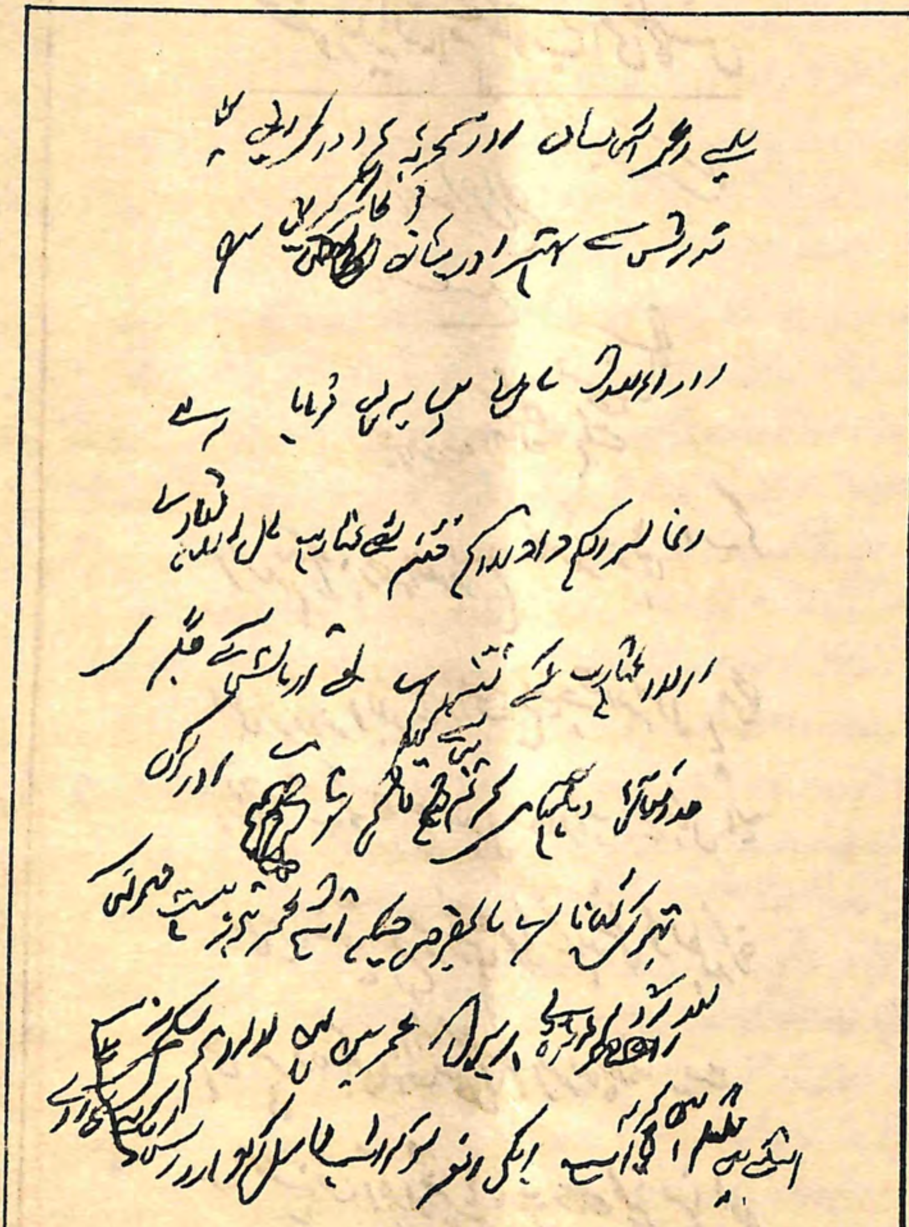
اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل عطا فرماوے۔ یہ خیال آپ

رکھیں [illegible] صبر کر کے [illegible]

[illegible] کبھی فوت [illegible] اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جیسے

ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا

الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر



[illegible]

[illegible]

اور اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمایا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور اگر

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک دفعہ [illegible]

[illegible]

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال

والانفس والثمرات وبشر الصابرین

الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ

وانا الیہ راجعون [illegible]

[illegible]

خاکسار
مرزا محمود احمد

[illegible]

حضور علیہ السلام کے مکتوب گرامی کی عبارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی
۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۲ء

محبی عزیزی میاں شیخ غلام نبی صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کارڈ پہنچا آپ کو اپنے فرزند دلبند کی وفات سے بہت صدمہ ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل عطا فرمائے۔ یہ خیال آپ دل میں نہ لاویں کہ اس لڑکے کی پیدائش تو بطور معجزہ تھی وہ کیوں فوت ہوگیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما ننسخ من اٰیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر یعنی اگر کوئی نشان اور معجزہ ہم دور کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر اور نشان ظاہر کرتے ہیں۔ اور اولاد کے بارہ میں یہ بھی فرمایا ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہے یعنی آزمائش کی جگہ ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ تم میں سے کون قائم رہتا ہے اور کون ٹھوکر کھاتا ہے۔ بالخصوص جبکہ آپ کی عمر ہنوز بہت تھوڑی ہے اور مرد کو نوے برس کی عمر میں بھی اولاد ہو سکتی ہے اس لئے میں لکھتا ہوں کہ ابکی دفعہ تو ثواب حاصل کر لو اور اس ایک کے عوض سے موعود رحمت میں حصہ لے لو جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سو ہرگز خوف نہ کرو اور خدا کے دوسرے معجزہ کے منتظر رہو۔

والسلام
خاکسار مرزا غلام احمد
از قادیان

اس پُر معارف مکتوب میں جیسا کہ اس کے معدن حقائق متن سے ظاہر ہے حضور نے نعم البدل عطا ہونے کی دعا کے ساتھ ساتھ حضرت سیٹھی صاحبؓ کو تسلی دی کہ جب خدا تعالیٰ مصلحتاً کوئی نشان اور معجزہ دور کرتا ہے تو اس سے بہتر نشان ظاہر فرماتا ہے اس لئے ہرگز خوف نہ کرو اور خدا کے دوسرے معجزہ کے منتظر رہو۔ یہ تسلی صاف اس امر کی بشارت تھی کہ خدا تعالیٰ دوسرا لڑکا عطا کریگا اور وہ یقیناً عمر پانے والا ہوگا حضرت سیٹھی صاحبؓ اپنی روایات میں فرماتے ہیں کہ یہ مکتوب موصول ہوتے ہی آپ کا سب غم غلط ہو گیا اور آپ اس یقین سے لبریز ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو موعودہ رحمت میں ضرور حصہ دیگا چنانچہ آپ نے اپنے رشتہ داروں اور دیگر ملنے والوں میں اس امر کا اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے آپ کو ایک اور فرزند عطا کریگا

اور وہ عمر پانے والا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے عین مطابق آپ کو ایک اور فرزند عطا فرمایا جس کا نام آپ نے کرم الٰہی رکھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نشان صداقت کے طور پر عمر پانے والا ثابت ہوا۔ اب جبکہ اس نشان کے ظہور پر قریباً ۶۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے سیٹھی کرم الٰہی صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ پہلے بچے کے فوت ہو جانے میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو بعض خام خیال لوگ اسے اس ابتدائی علاج کا نتیجہ قرار دے سکتے تھے جو حضرت مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح اوّل) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے حکم سے قادیان میں کیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے پہلے بچے کو وفات دے کر اور پھر باقاعدہ حضور علیہ السلام کے ذریعے ایک اور فرزند کی بشارت سے نواز کر اور پہلے سے بہتر نشان کی خوشخبری عطا فرما کر اس امر کا حتمی اور بیّن ثبوت بہم پہنچا دیا کہ بعد میں پیدا ہونے والا بچہ فی الواقعہ ایک نشانِ صداقت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے یعنی اس کا پیدا ہونا خدا تعالیٰ کی قدرت اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک درخشندہ نشان ہے۔

یہ عظیم الشان نشان اور ایسے ہی دوسرے صدہا نشانات اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس گروہ فی الواقعہ بہت خوش بخت و خوش نصیب اصحاب پر مشتمل تھا جنہیں تائید و توفیقِ الٰہی نے تازہ بتازہ نشانات کا مورد بنانے کے لئے منتخب فرمایا اور اس طرح مسیح پاک علیہ السلام کے طفیل انہیں اپنے بے انداز افضال و انعامات اور عظیم الشان تائیدات سے نوازا۔ ان نشانات کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے ——— اور نہ ہو گا۔ بعد کی نسلیں بھی ایسے نشانات کی مورد بن سکتی ہیں اور خدائی تقدیر کے ماتحت بنتی چلی جائیں گی کیونکہ مسیح پاک علیہ السلام ان نشانات کے جاری رہنے کی پہلے سے خبر دے گئے ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کریگا اور میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ)

بعد میں رونما ہونے والے ان نشانوں کا مورد بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یقین کے مرتبہ پر پہنچانے والی معرفت حاصل کریں اور اس طرح ایمان میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ اعمالِ صالحہ کی قوت اور مسابقت علی الخیرات کا جوش ہمیں ان اوصاف سے متصف کر کے خدائی نشانات کا مورد بنا سکتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نشانات کے پیہم

ظہور کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔"

(الحکم ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ تا ۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اعمال صالحہ بجالانے کی قوت اور مسابقت علی الخیرات کا جوش عطا فرمائے اور ہمیں اپنی سچی معرفت بخش کر یقین کے اعلیٰ مراتب پر قائم کرے تا کہ ہم میں سے ہر ایک اس آسمانی بشارت کا مصداق ثابت ہو کہ "میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے"۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور خود اپنی جناب سے ہمیں اس بشارت کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

انصار اللہ کا عہد!

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اپنے اجتماعات میں اس عہد کو دہرایا کریں۔ (قائد عمومی)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہونگا، نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

مجھ کو تو مرا نیّرِ الہام بہت ہے

(مکرّم عبد المنّان صاحب ناہید)

مومن کی نگاہوں میں سبھی سوئی پڑی ہیں
ہر چند کہ بیداریٔ اقوام بہت ہے

آزادیٔ افکار سے ہیں ذہن گریزاں
اس دور میں پابندیٔ اوہام بہت ہے

ہر فرد جو آزاد خیالی میں ہے مسرور
آزاد بہت کم ہے تہِ دام بہت ہے

یہ رنگ کا، یہ نسل کا، یہ قوم کا بُت ہے
غرضیکہ فراوانیٔ اصنام بہت ہے

مَیں تیری رصدگاہ کے تاروں کو کروں کیا
مجھ کو تو مرا نیّرِ الہام بہت ہے

ہاں اَور ذرا تیز قدم قافلے والو!
جانا ہے بہت دُور ابھی کام بہت ہے

فیضِ لبِ مسیحِ زماں ہم سے پوچھیے

(مکرم فیض احمد اسلم صاحب مردان)

بیمار کیوں ہیں رقص کناں ہم سے پوچھیے
فیضِ لبِ مسیحِ زماں ہم سے پوچھیے

وارفتگانِ شوق کو تھا جس کا انتظار
آ بھی گیا وہ جانِ جہاں ہم سے پوچھیے

قرآن ہاتھ میں ہے تو لب پر خدا کا نام
کِس سمت ہیں یہ لوگ رواں ہم سے پوچھیے

اے کشتگانِ جورِ فلک آئیے اِدھر
اب قادیاں ہے دارالاماں ہم سے پوچھیے

ہم بھی ہیں فیض حلقۂ رنداں میں آجکل
لطفِ نگاہِ پیرِ مغاں ہم سے پوچھیے

اِسلام بڑی تیز رفتاری کیساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے

مشہور امریکی فاضل ڈاکٹر ہسٹن سمتھ کا اعتراف

زیادہ عرصہ نہیں گزرا آج سے صرف ساٹھ ستر سال پہلے کی بات ہے کہ معمورۂ عالم میں ایک شور پڑا ہوا تھا۔ وہ شور، شورِ قیامت سے کم نہ تھا جس سے کان پھٹے جا رہے تھے، دل دہل رہے تھے اور سینے شق ہو رہے تھے۔ وہ کیا شور تھا کہ جس نے یوں آسمان سر پہ اُٹھا رکھا تھا؟ وہ یہ تھا کہ ہر براعظم سے ہی نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر ملک کے کونے کونے سے پیہم یہ غوغا بلند ہو رہا تھا کہ اسلام اب صرف چند دن کا مہمان ہے، یہ اب ختم ہوا کہ اب۔ افریقہ میں کام کرنے والے عیسائی منّاد کہہ رہے تھے اور بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ:۔

"سیاسی طاقت کے بغیر اسلام کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اب افریقہ میں زندہ نہیں رہ سکتا۔" (Islam in Africa)

کبھی وہ کہتے تھے اور خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے بڑے طمطراق سے کہتے تھے کہ:۔

"اسلام افریقہ میں آخری دموں پر ہے اور اب اس کا جنازہ نکلنے ہی کو ہے۔"

(ایسٹ افریقہ اینڈ روڈیشیا)

اور کبھی ان کی طرف سے یہ اعلان بڑی شان اور آن بان کیساتھ کیا جاتا تھا کہ:۔

"افریقہ میں اب اسلام کو کلیۃً نابود کرنے کا کام عیسائیت کے لیے نسبتاً بہت آسان ہے۔"

(اسلام اِن افریقہ)

اسی طرح دنیا کے ایک اور گوشے سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی اور بلند ہو ہو کر کانوں کو چیرتی ہوئی پیہم سنائی دے رہی تھی کہ:۔

"اسلام بھی ایک مشرقی مذہب ہے۔ یہ ہماری مغربی فضا میں سانس نہیں لے سکتا اور نہ یہ کبھی ہمارے مغربی ذہنوں کو راس آ سکتا ہے۔" (بیروز لیکچرز)

اور خود ہندوستان میں پادری عماد الدین ایسے دشمنِ اسلام کے اس قسم کے اعلانات بالخصوص مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کئے ہوئے تھے کہ:۔

"ہمارے دشمن ہندو، مسلمان، دیانندی، اور دوسرے مذاہب والے خواہ کتنی ہی مخالفت کریں اور خواہ کتنا ہی زور لگائیں یقیناً عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ڈھونڈے سے بھی ان کا پتہ نہ ملے گا۔"
(دی کنورشن آف انڈیا)

دشمن تو پھر دشمن تھے اُن سے کسی کلمۂ خیر کی توقع کیسے ہو سکتی تھی، رونا تو اس بات کا تھا کہ خود مسلمان بھی اپنے زوال و ادبار سے تنگ آکر دشمن کے اس پراپیگنڈے سے اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ انہوں نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی تھی اور اس قسم کے خیالات ظاہر کرتے شروع کر دیئے تھے کہ ہم جب تک اسلام کو خیر باد نہ کہیں گے اُس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک نامور اور مسلّمہ لیڈر انتہائی مایوسی کے عالم میں چار و ناچار یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:۔

"قومی رفاہ و اصلاح کی اُمید باقی نہیں ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے، مختلف طبائع کے، مختلف ملکوں، اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں مگر سب کے سب ایک ہی قسم کی ابتری، خرابی، بدانتظامی، زوال و وبال کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سب میں مشترک ہے جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہے۔ سر چارلس ترولین کا قول سچ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے۔ ترکی کو اس نے سچ نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام کو نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی۔"
(مکتوبات سر سیدؒ صـ۲۷۳، صـ۲۷۴)

الغرض کیا بیگانے اور کیا اپنے سب ہی کہہ رہے تھے اور برملا کہہ رہے تھے کہ اسلام اب دنیا سے ناپید ہونے کو ہے اور اب صرف چند دن کی بات ہے کہ وہ صفحۂ ہستی سے نابود ہو کر عیسائیت کے لئے میدان خالی کر دے گا۔

اس شورِ قیامت میں یکایک ایک نوبت بجی اور اس زور سے بجی کہ ایک لمحہ کے لئے یہ سب شور و غوغا دم بخود ہو کر رہ گیا اور فضا ایک آسمانی بشارت کی خوش آئیند آواز سے گونج اٹھی اور اس کی مشامِ جانفزا سے کل عالم معطر ہو کر مہکنے لگا۔ وہ بشارت کیا تھی، اور وہ کونسی خوش آئیند آواز تھی جس سے معمورۂ عالم کی فضا گونج اٹھی؟ اور وہ کس نوع کی مشامِ جانفزا تھی جس کی عطر پاشی سے سارا عالم مہکنے لگا؟ وہ ایک آسمانی قرنا تھی جس نے کل جہان کو مخاطب کر کے کہا اور پورے جلال کیساتھ گرج کر کہا:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا —— یہ انسان کی بات نہیں، خدا تعالیٰ کا الہام اور ربِ جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی اور

یہودیوں سے سخت لڑائی ہو گی۔ وہ کون ہیں؟ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کریگی اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائیگی اور ہر ایک حق پوش، دجال، دنیا پرست، یک چشم، جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجتِ قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں، ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔" (فتح اسلام)

یہ آواز تھی بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ خدائی بشارت پر مشتمل اس اعلان کا ہونا تھا کہ وہ شورِ قیامت جو اسلام کو نابود کرنے کیلئے برپا کیا جا رہا تھا اور جو ایک لمحہ کے لئے اس آسمانی قرنا کی پُر رعب و پُر شوکت آواز پر یکدم دھیما پڑ کر ختم ہو گیا تھا پھر چمک اُٹھا اور پھر ہر طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں کہ اسلام اب کبھی زندہ نہیں ہو سکتا، یہ آخری دموں پر ہے، اب کوئی اکسیر اور کسی بھی طبیب روحانی کی مسیحائی اس کے تنِ مُردہ میں جان نہیں ڈال سکتی۔ یہ شور بڑھتا ہی گیا اور دُنیا والوں کے کان جو اس شور کی وجہ سے گُنگ ہو گئے تھے پہلے سے بھی زیادہ بہرے ہو گئے لیکن اسی حال میں آسمانی تقدیر نے بروئے کار آکر اپنا کام شروع کر دیا اور زورآور حملوں کی تیاری ہونے لگی۔ اس تیاری کے لئے خدائی بشارت کے مطابق تیغ و تبر اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہ تھی۔ اس کے لئے روحانی اسلحہ درکار تھا اس کیلئے نالہ ہائے نیم شبی کے ذریعہ خدائے قادر و قدوس کے ساتھ تعلق استوار کرنیکی ضرورت تھی۔ اس کیلئے قربانی و ایثار سے کام لیکر محنت اور جانفشانی کی ضرورت تھی اُس محنت اور جانفشانی کی کہ جس سے جگر خون ہو جائیں۔ اس کیلئے سارے آراموں کو کھونے اور ساری ذلتیں قبول کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کیلئے اسلام کی راہ میں مرنے اور موت قبول کر کے فدیہ ادا کرنیکی ضرورت تھی۔ چنانچہ اسلام کے اُسی بطلِ جلیل نے جس نے اسلام کے نہ صرف زندہ ہونے بلکہ زندہ ہو کر دنیا میں غالب آنے کی یہ بشارت دی تھی اپنے گرد جمع ہونیوالے مٹھی بھر انسانوں میں اپنے انفاسِ قدسیہ سے ایک نئی رُوح پھونکی اور اس طرح انہیں اسلام کی زندگی کی خاطر یہ فدیہ ادا کرنے کیلئے تیار کیا۔ اس عرصہ میں آسمان آفتابِ اسلام کے دوبارہ چڑھنے کو مصلحتاً روکے رہا تاکہ یہ مٹھی بھر فدائی فدیہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ چنانچہ بہت جلد وہ وقت آیا کہ اسلام کے اسی بطلِ جلیل کے فرزندِ موعود نے دن رات ایک کر کے اسلام کی خاطر مر مٹنے والے مجاہدین کی ایک فوج تیار کی اور پھر وقت آنے پر اسے اسلامی فتوحات کیلئے مشرق و مغرب میں روانہ کر دیا۔ جب یہ مجاہد آفتابِ اسلام کے ظہور کیلئے اپنے سب آراموں کو تیاگ گئے اور اعزازِ اسلام

کے لئے ساری دنیا کو اسلام قبول کرنے کی نعمت سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تو آفتاب اسلام جسے آسمان نے چڑھنے سے مصلحتاً روکا ہوا تھا یکدم طلوع ہونے لگا اور اسلام کی عزت بلند ہو کر اسے دنیا میں غالب کرتی ہوئی نظر آنے لگی۔ وہ شور قیامت جو اسلام کی موت کی خبر دینے کے لئے برپا کیا گیا تھا یکدم دھیما پڑنے لگا اور بڑا تاہی چلا گیا حتیٰ کہ تہ ہونے کے برابر شمار ہونے لگا۔ آفتاب اسلام کے طلوع ہونیکی دیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ منظر آنکھوں کے سامنے آگیا ؎

آں نیّرِ صداقت چوں رُو بعالم آورد　٭　ہر بوم شب پرستے در کنج خود خزیدہ

آج جبکہ اس آسمانی بشارت پر ساٹھ ستر سال کا عرصہ ہی گزرا ہے جماعت احمدیہ کے سرفروش مجاہدین اسلام کے عظیم الشان کارناموں کے نتیجہ میں مغرب کی وادیاں اذانوں سے گونج رہی ہیں۔ ملک ملک میں مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہوتی ہی چلی جارہی ہیں۔ کیا افریقہ و امریکہ اور کیا یورپ و ایشیا سب جگہ اسلام کی پیشقدمی جاری ہے اور عیسائیت پر ادبار پسپا ہو رہی ہے۔ وہی لوگ جنہوں نے اسلام کے نابود ہونے کی خبریں دے دیکر شور قیامت برپا کر رکھا تھا اب اسلام کے معجزانہ طور پر زندہ ہونے اور پوری قوت کیساتھ آگے بڑھنے اور دُنیا پر چھا جانے کے آثار دیکھ کر حیرت و استعجاب میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی حیرت کا بار بار اظہار کر کے گواہی دے رہے ہیں کہ آج اسلام اس حال میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہا ہے کہ دوسرے مذاہب رفتہ رفتہ موت کی آغوش میں کھنچے چلے جارہے ہیں۔ وہ پھیل رہا ہے اور بڑی تیز رفتاری کیساتھ پھیل رہا ہے حتیٰ کہ آج اسے دُنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کیساتھ پھیلنے والا مذہب تسلیم کیا جارہا ہے اور برملا اس امر کا اظہار کیا جارہا ہے کہ آج اسلام دُنیا میں ایک زندہ اور زبردست قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ افریقہ میں اور ایشیا میں ہی نہیں پھیل رہا بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ اس قسم کے اعتراف خود یورپ اور امریکہ کے اہل الرائے اصحاب کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ اس اعتراف میں حال ہی میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے اور وہ ہے امریکہ کے مشہور فلسفہ دان پروفیسر ڈاکٹر ہسٹن سمتھ (Dr. Huston Smith) کا حقیقت افروز بیان انہوں نے "The Religions of man" کے نام سے ایک بہت قیمتی کتاب لکھی ہے جس میں دُنیا کے چیدہ چیدہ مذاہب کی علیحدہ علیحدہ تاریخ بیان کر کے ان کی تعلیمات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور جدید رجحانات پر روشنی ڈال کر اُن کے مستقبل کے بارہ میں واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ اس میں وہ اسلام کا خاصہ تفصیلی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اسلام نے دنیا میں جس زبردست سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی اس میں بے شک بعد ازاں ایک حد تک جمود کی کیفیت رونما ہوئی لیکن اب اسلام اس جمود اور بے حسی کی حالت سے پھر اُبھر رہا ہے۔ کتاب ہذا جن مذاہب کے تذکرہ پر مشتمل ہے ان میں سے بعض مذاہب کے متعلق ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ اب موت سے ہمکنار ہوتے جارہے ہیں یا یوں کہو کہ اب کالعدم ہونے کو ہیں لیکن اسلام کی یہ حالت نہیں ہے۔ دُنیا کے عظیم مذاہب میں سے زمانی اعتبار سے یہ سب سے بعد میں رونما ہونیوالا

مذہب اب پھر ایک حد تک جوانی کی سی تب و تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ حرکت میں آرہا ہے۔ بحر اوقیانوس میں جبل الطارق کے بالمقابل مراکش سے لیکر مشرق کی جانب مصر کے راستے مشرق وسطی اور پاکستان میں سے ہوتے ہوئے بحر الکاہل میں انڈونیشیا اور پھر فلپائن تک اہم عصر دنیا میں اسلام ایک زبردست قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ قریبًا دنیا کے ۳۵ کروڑ باشندے اس کے پیروؤں میں شامل ہیں۔ دنیا کے ہر سات انسانوں میں سے ایک اسلام پر اعتقاد رکھتا ہے۔ پھر یہ افکار و خیالات اور افعال و اعمال کو منظم کرتے ہیں اپنے پیروؤں کی اتنی تفصیل کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے کہ مغربی دنیا میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ مزید برآں اسلام خود اپنے آپ کو مضبوط ہی نہیں بنا رہا بلکہ یہ دنیا میں پھیل رہا ہے اور پھیل بھی رہا ہے بڑی تیزی سے ۱۷۷۲ء کے قریب گوئٹے نے ایک نظم لکھی تھی جس میں اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ندی سے تشبیہ دی تھی کہ جو آگے ہی آگے بڑھ رہی ہو اور ساتھ کے ساتھ پھیلتی بھی جا رہی ہو۔ اس نے لکھا تھا اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پیروؤں کو لئے بڑھتے چلے جا رہے ہیں تا کہ انہیں ازلی باپ (یعنی خدا تعالیٰ) کے حضور باریاب کریں۔ آج اسلام نہ صرف افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں پھیل رہا ہے بلکہ کسی حد تک سپین، انگلستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ ابھی ۱۹۴۷ء ہی کی بات ہے کہ پاکستان کے نام سے ۷ کروڑ آبادی کی ایک نئی مسلم مملکت معرض وجود میں آئی ہے۔ بعض علاقوں میں جہاں مشنری سرگرمیوں کے اعتبار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے اسلام کو ایک کے مقابلے میں دس کی نسبت سے کامیابی ہو رہی ہے۔" (صا ۲۳)

کجا آج سے ساٹھ ستر سال پیشتر یورپ کے عیسائی پادریوں اور منادوں کا یہ شور و غوغا کہ اسلام اب صفحۂ ہستی سے نابود ہونے کو ہے اور کجا آج خود امریکہ کے ایک فاضل محقق کا یہ اعتراف کہ دوسرے مذاہب تو کالعدم ہوتے دکھائی دے رہے ہیں لیکن اسلام اب پھر ابھر رہا ہے اور ابھر بھی رہا ہے جوانی کی تب و تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ دنیا میں غالب آکر رہے گا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ مضبوط ہی نہیں ہو رہا بلکہ اپنی حدود سے نکل کر پھیل رہا ہے اور بڑی تیز رفتاری سے پھیل رہا ہے اور اس کی اس تیز رفتاری کو دیکھ کر اغیار تک یہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ آج دنیا میں اسلام سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ یہ پھیل رہا ہے افریقہ میں، یہ پھیل رہا ہے ایشیا میں، یہ پھیل رہا ہے یورپ میں، اور یہ پھیل رہا ہے امریکہ میں۔ الغرض ہر سمت میں اور ہر جگہ اس کی پیش قدمی جاری ہے۔ اور نہ صرف یہ پھیل رہا ہے بلکہ عیسائیت کے مقابلے میں پھیل رہا ہے اور اسے شکست دینے کے نتیجے میں پھیل رہا ہے۔ اگر ایک شخص عیسائی ہوتا ہے تو اسکے بالمقابل

دس افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔ اگر مغربی دُنیا کے اخبارات اور وہاں کے جدید لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ دُنیا میں شور و غوغا تو اب بھی ہے لیکن یہ اسلام کے نابود ہونے کا نہیں بلکہ خود عیسائیت کی ناکامی اور اس کے اعتراف کا شور و غوغا ہے یا پھر اس ناکامی پر واویلا اور واحسرتا کی آہ و بکا اور نالہ و شیون کا شور و غوغا ہے۔ ماننا پڑتا ہے اور دُنیا کے لئے ماننے کے سوا چارہ بھی نہیں کہ غایت درجہ مخالف حالات اور انتہائی مایوسی کے عالم میں فتح اسلام کی بشارت دینے والا اسلام کا بطلِ جلیل برحق ہے اور اُس کا اعلان گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مصداق۔

کتنا عظیم الشان انقلاب ہے جو شانِ صداقت کے طور پر رونما ہوتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مبارک تھے وہ مقدس اصحابِ مسیح پاکؑ جنہوں نے یہ بشارت اپنے کانوں سے سُنی اور ایمان لائے اور یقیناً مبارک ہیں ہم بھی جو اپنی آنکھوں سے اِس بشارت کو پورا ہوتے دیکھ کر ایمان و یقین کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

لیکن اپنی خوش بختی کا احساس کرتے ہوئے ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آفتابِ اسلام از سرِ نو ابھی طلوع ہونے ہی لگا ہے اور ابھی صرف صبحِ صادق کا اُجالا ہی آسمان کی فضائے بسیط پر نمودار ہوا ہے۔ ابھی اسے پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے کے بعد بلند ہوتے ہوتے نصف النہار پر پہنچنا ہے اور ہمیشہ کے لئے وہیں قیام پکڑنا ہے۔ جو آسمان مصلحتاً پہلے اسے چڑھنے سے روکے رہا ہے وہ اسے بلند ہونے سے اس وقت تک روکے رہے گا جب تک کہ مسلسل اور لگاتار محنت و جانفشانی سے ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم پہلے سے زیادہ مستعدی اور عزم کیساتھ اس کے بلند ہونے کی خاطر اپنے سارے آراموں کو قربان نہ کر دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں اور اسی راہ میں فنا ہو کر اسلام کی حیاتِ نو کا فدیہ ادا نہ کر دیں۔ مرمٹنے اور فنا ہونے کی یہی وہ حالت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی، اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اسی لئے سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود فرماتے ہیں اور بڑے درد اور محبت سے فرماتے ہیں:-

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سُست کبھی گام نہ ہو

(بشکریہ رسالہ انصار اللہ ربوہ)

بچوں کا صفحہ

بچپن کا سچا خواب

جو بچے شروع سے ہی نیک بننے کی کوشش کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاتے ہیں خدا تعالےٰ اُن کو بھی سچی خوابیں دکھاتا ہے اور اُن کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم تم کو سلسلہ احمدیہ کے مشہور بزرگ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے بچپن کا ایک سچا خواب سُناتے ہیں۔ اِس سے تمہیں معلوم ہو گا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی آپ کی رہنمائی فرمائی اور اِس خواب کی وجہ سے آگے چل کر آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت مفتی صاحب ؓ ابھی بچے ہی تھے اور ہائی سکول بھیرہ میں پڑھتے تھے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ستارہ مشرق سے نکلا ہے اور آسمان میں بلند ہوتا جا رہا ہے۔ جُوں جُوں وہ بلند ہوتا ہے اُس کا حجم بڑھتا جاتا ہے اور روشنی بھی تیز ہوتی جاتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹھیک آسمان کی چوٹی پر جا پہنچا۔ اُس وقت وہ چاند کے برابر بڑا اور بہت روشن نظر آنے لگا۔ آپ نے دیکھا کہ یکدم اُس ستارہ نے زمین کے گرد چکّر لگانا شروع کر دیا۔ اُس کے ہر چکّر کا دائرہ پہلے سے بڑا تھا اور اُس کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کے چکّر کا دائرہ بڑا ہوتے ہوتے اُفق تک جا پہنچا یعنی اُس لکیر تک جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر وہ اِس قدر تیزی سے چکّر لگانے لگا اور اُس کی روشنی اِس قدر تیز ہو گئی کہ اُس کی ہیبت سے آپ کی آنکھ کُھل گئی۔ آپ کے دل پر اِس خواب کا بہت گہرا اثر ہُوا۔ آپ نے صبح بیدار ہو کر اپنے استاد حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اُن دنوں جموں میں تھے خط لکھا اور اُن سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی۔ حضرت مولانا صاحب ؓ نے جواب میں لکھا کہ ایسا خواب اُس وقت دکھایا جاتا ہے جب کوئی عظیم الشان مصلح ظاہر ہونے والا ہو۔ چنانچہ آپ انتظار کرنے لگے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کس کو بھیجتا ہے۔

۱۸۹۰ء میں جب آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو اُسی سال آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کا علم ہُوا۔ آپ تو پہلے ہی انتظار میں تھے۔ اسی سال قادیان حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ سو گویا بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے

خواب کے ذریعہ آپ کی رہنمائی فرمائی اور اس طرح وقت آنے پر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور حضورؑ کے صحابہؓ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو آپ بہت عزیز تھے۔ اُدھر آپ نے بھی حضورؑ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عزت بخشی اور آگے چل کر آپ نے بہت عظیم الشان کام سر انجام دیئے۔ آپ کو خدا کے فضل سے وہ شہرت حاصل ہوئی کہ آج جماعت احمدیہ کا بچہ بچہ آپ کا نام جانتا ہے اور سب لوگ ہی آپ کی خدمات اور مقام کی وجہ سے آپ کا نام بہت عزت اور احترام سے لیتے ہیں۔

اگر تم بھی خدا تعالیٰ کے حکموں پر چل کر نیک بننے کی کوشش کرو گے تو خدا تعالےٰ تم کو بھی سچے خواب دکھائے گا اور تمہاری رہنمائی کرے گا اور تم کو دین و دُنیا میں کامیابی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالےٰ تمہیں نیک بننے کی توفیق دے اور سچے خوابوں کی نعمت سے نوازے۔ آمین +

خدا تعالیٰ کے حضور مُناجات

(سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے خدا اکمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وار

کام دکھلائے جو تُو نے میری نُصرت کے لئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کس طرح تُو نے سچائی کو مری ثابت کیا
مَیں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار

اے میرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم
تیری قدرت سے نہیں کچھ دُور گر پائیں سُدھار

(دُرِّ ثمین)

اہم مرکزی اعلانات

انعامی تقریری مقابلہ کے عنوانات

انصار اللہ کا سالانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۶-۲۷-۲۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوگا۔ حسب سابق سالانہ اجتماع کے موقعہ پر انصار اللہ کا انعامی تقریری مقابلہ ہوگا۔ مقررین مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر تقریر فرما سکیں گے۔ اس مقابلہ کے لئے پروگرام میں ایک گھنٹہ کا وقت مخصوص کیا گیا ہے۔

عنوانات:- ۱۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا کیا؟

۲۔ مسلمانوں کی حالت کیسے سدھر سکتی ہے؟

۳۔ حضرت رسول اکرمؐ کا غیروں سے سلوک۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق۔

۵۔ صرف اسلام ہی کے ذریعہ دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

۶۔ حضرت مصلح موعود کی شاندار خدماتِ دین۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اطفال الاحمدیہ کے لئے وظائف

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال سالانہ اجتماع سے قبل اطفال الاحمدیہ کا دینی اور تاریخی معلومات کا امتحان منعقد ہوتا ہے۔ اس امتحان میں اول اور دوم آنے والے اطفال کو ایک سال کیلئے سکول کی پوری اور نصف فیس بطور وظیفہ انعام میں دی جاتی ہے۔ اس کیلئے مندرجہ ذیل نصاب اور شرائط مقرر ہیں:-

۱۔ عمر نو سال تا چودہ سال۔

۲۔ کتب:- نبراس المومنین و چالیس جواہر پارے۔

۳۔ احمدیت سے متعلق عقائد، مسائل اور تاریخی معلومات۔

۴۔ پاکستان سے متعلق تاریخی اور جغرافیائی معلومات۔

۵۔ تبلیغ بیرون پاکستان و جماعتی ادارہ جات کے متعلق معلومات۔

اس امتحان میں شمولیت کے لئے بچوں کو ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کی تیسری سہ ماہی کا امتحان

جیسا کہ کئی دفعہ اعلان کروایا جا چکا ہے انصار اللہ کا تیسری سہ ماہی کا امتحان انشاء اللہ العزیز ۳۰ ستمبر بروز اتوار منعقد ہوگا۔ امید ہے انصار اللہ اس امتحان کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ گزشتہ اعلانات میں زعماء اصحاب سے گزارش کی گئی تھی کہ امتحان میں شامل ہونے والے انصار کی فہرست مرکز میں بھجوادی جائے مگر ابھی تک اکثر مجالس کی طرف سے ایسی فہرستیں موصول نہیں ہوئیں۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے اس لئے زعماء اصحاب سے گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر اپنی اوّلین فرصت میں امتحان میں شامل ہونے والے انصار کے نام دفتر مرکزیہ میں بھجوادیں تا کہ ان کے مطابق مجالس کو پرچے بھجوائے جاسکیں۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماہانہ رپورٹ کارگذاری

ماہوار رپورٹ کارگذاری مجالس انصار اللہ بھجوانے کے لئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔ جن مجالس کے زعماء نے ابھی تک ماہ اگست کی رپورٹ مرکز میں نہیں بھجوائی اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس ماہ کی رپورٹ کارگذاری اپنی اوّلین فرصت میں مرکز میں بھجوادیں۔ اور آئندہ کے لئے یہ انتظام فرمائیں کہ ہر ماہ کی دس تاریخ تک گزشتہ ماہ کی رپورٹ پہنچ جایا کرے۔ جزاکم اللہ

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

چندہ سالانہ اجتماع

اب جبکہ سالانہ اجتماع میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے چندہ سالانہ اجتماع کی فراہمی اور ترسیل خصوصی توجہ کی محتاج ہے تا کہ متعلقہ انتظامات تسلی بخش طور پر انجام پا سکیں۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اگر کوئی میری قدم پر چلنا نہیں چاھتا تو مجھ سی الگ ھو جائی

جو میری ھیں وہ بہر حال مجھ سی جدا نہیں ھو سکتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاھر ھو ، اس کا جلال چمکے ، اور اس کا بول بالا ھو ۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ھو ۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من	آں منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاھتا تو مجھ سے الگ ھو جائے ۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ھولناک جنگل اور پر خار بادیہ در پیش ھیں جن کو میں نے طے کرنا ہے ۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ھیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ھیں ۔ جو میرے ھیں وہ مجھ سے جدا نہیں ھو سکتے ، نہ مصیبت سے ، نہ لوگوں کے سب و شتم سے ، نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے ۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ھیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے ۔ ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ھو گا ۔ کیا ھم زلزلوں سے ڈر سکتے ھیں ، کیا ھم خداتعالی کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ھو جائینگے ، کیا ھم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ھو سکتے ھیں ؟ ھر گز نہیں ھو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے ۔ پس جو جدا ھونے والے ھیں جدا ھو جائیں ۔ اُن کو وداع کا سلام ۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ھو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ھیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ھی بڑا داغ ہے ''۔

(انوارالاسلام صفحہ ۲۳، ۲۴)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ھوا